بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

شمارہ 50

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly
BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

24 ربیع الثانی 1442 ہجری قمری • 10 فتح 1399 ہجری شمسی • 10 دسمبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا
فَعِنۡدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ؕ
وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ○

(النساء:135)

ترجمہ: جو دُنیا کا اجر چاہتا ہے
تو اللہ کے پاس دنیا کا اجر بھی ہے
اور آخرت کا بھی۔ اور اللہ بہت سننے والا
(اور) بہت دیکھنے والا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 4 دسمبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

آج کل کی تحقیقات میں طاعون کی جڑ کیڑے یا اجرام صغیرہ ثابت ہوئے ہیں

میں بھی اس تحقیقات کو پسند کرتا ہوں کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

جدید سائنسی تحقیقات سے اسلام کی تائید

آج کل کی تحقیقات میں طاعون کی جڑ کیڑے یا اجرام صغیرہ ثابت ہوئے ہیں۔ میں بھی اس تحقیقات کو پسند کرتا ہوں کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں جہاں یہ ذکر آیا ہے وہاں نَغَفۡ اس کا نام رکھا گیا ہے۔ اور نَغَفۡ اس کیڑے کو کہتے ہیں جو بکری اور اونٹ کے ناک سے نکلتا ہے اور اسے طاعون قرار دیا گیا ہے۔ آج کل کی تحقیقات پر بڑا فخر کیا جاتا ہے مگر جس نے مقدس اسلام کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک کلام کو پڑھا ہے اسے کس قدر لطف اور مزا آتا ہے۔ جب وہ تیرہ سو برس پیشتر اس کے پاک ہونٹوں سے ان باتوں کو نکلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ قرآن کریم بھی اس کو کیڑا ہی بتلاتا ہے۔ اب اَے نئی تحقیقات پر اِترانے والو! خدا کے لئے ذرا انصاف کو کام میں لاؤ اور بتلاؤ کہ کیا وہ مذہب انسانی افتراء ہو سکتا ہے جس میں ایسے حقائق پہلے سے موجود ہوں جو تیرہ سو سال کی محنتوں اور تحقیقاتوں اور جان کنیوں کا نتیجہ ہوں۔ یہ قرآن کریم اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولی معجزات ہیں۔ دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔

دل پر مدار دوران خون کا ہے۔ آج کل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دورانِ خون کا مسئلہ دریافت کیا مگر اسلام نے پہلے ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اسی صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 236 تا 237، مطبوعہ قادیان 2018)

جس خدا نے تم کو بے جان سے جاندار بنایا، اور پھر جان دینے کے بعد موت دیتا ہے

اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ اس موت کے بعد دوسری زندگی نہ دے گا خلاف عقل ہے

سورۃ البقرہ آیت 29 کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَکُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ۚ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ کی تشریح میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس خدا نے تم کو بے جان سے جاندار بنایا اور پھر جان دینے کے بعد موت دیتا ہے، اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ اس موت کے بعد دوسری زندگی نہ دے گا خلاف عقل ہے۔ اور اگر دوسری زندگی ملنی ہے۔ تو پھر کوئی ہدایت بھی اسکی طرف سے ضرور آنی چاہئے تاکہ وہ انسان کو دوسری زندگی کے لئے تیار کرے۔

کیا سادہ اور لطیف استدلال ہے کہ ایک بیجان کو جاندار بنانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی اگر کوئی خاص مقصد اس کے سپرد نہ تھا پھر فرض کرو کہ کوئی مقصد نہ تھا تو ایک صاحب فہم و فراست وجود کو پیدا کر کے مارا کیوں۔ اگر اسی دُنیا کی خوشی اور چین انسان کیلئے مقدر تھا تو پھر اس قدر لمبے عمل کے بعد بے جان سے جاندار بنا کر اِسے موت کا مزہ کیوں چکھایا جب تک کہ اس موت کے بعد ایک اور اعلیٰ حیات دینی مدنظر نہ تھی۔

اس آیت میں اُن لوگوں کا بھی ردّ ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد عذاب قبر کوئی نہیں بلکہ جنت دوزخ سے ہی جب واسطہ پڑے گا پڑے گا۔ کیونکہ اس میں پانچ زمانوں کا ذکر ہے۔ ایک بے جان ہونے کا زمانہ دوسرا دنیوی زندگی کا زمانہ۔ تیسرا جسمانی موت کا زمانہ۔ چوتھا پھر ایک نئی زندگی کا زمانہ اور اس کے بعد وہ زمانہ جب انسان خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوگا۔ یعنی حشر موت کے بعد حیات اور حیات کے بعد ثُمَّ کا لفظ رکھ کر اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ فرمانا بتاتا ہے کہ موت کے جلد بعد ایک قسم کی حیات تو مل جاتی ہے مگر حشر بعد میں ہوتا ہے یہ حیات جو حشر سے پہلے ملتی ہے لازم ہے کہ اس میں کوئی نیک یا بدسلوک انسان سے ہو ورنہ اس حیات کے معنی ہی کوئی نہیں۔ اور اگر نیک و بدسلوک ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ حشر سے پہلے بھی ایک نامکمل ثواب اور نامکمل عذاب ہے اور اسی کو سزا و جزاء قبر کہتے ہیں جو احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت واضح طور پر اس عذاب کا ذکر کرتی ہے۔ فرماتا ہے اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡہَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ ۟ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ (مومن رکوع 5) یعنی فرعون کی قوم کو صبح اور شام دوزخ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اور جب قیامت کا دن آئے گا تو کہا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے آل فرعون کو عذاب ملتا رہے گا اور قرآن کریم کے نزول کے وقت میں بھی مل رہا تھا۔

(تفسیر کبیر، جلد 1، صفحہ 265 تا 266، مطبوعہ قادیان 2010)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کا معجزہ

(933) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو قحط کی مصیبت پڑی۔ اسی اثناء میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے۔ تھے ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! جانور مر گئے ہیں اور بال بچے بھوکے ہیں۔ آپؐ اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں۔ تب آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور حالت یہ تھی کہ آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی ہمیں نظر نہ آتا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپؐ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح امڈ آئے اور منبر سے آپؐ اس وقت تک نہیں اُترے جب تک میں نے مینہ کے قطرے آپؐ کی داڑھی پر سے ٹپکتے نہ دیکھے۔ غرض اس روز دن بھر ہم پر بارش ہوتی رہی اور اگلے دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی اور اسکے بعد کے دنوں میں بھی دوسرے جمعہ تک۔ راوی نے کہا پھر وہی دیہاتی یا کوئی اور شخص اٹھا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! عمارتیں گر گئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپؐ اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں۔ تب آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے اردگرد (ہو) اور ہم پر نہ ہو۔ آپ ابر کے جس کنارے کی طرف بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے وہ پھٹ جاتا۔ اور مدینہ تالاب سا بن گیا تھا اور قنات کا نالہ مہینہ بھر بہتا رہا۔ اور جس طرف سے بھی کوئی آتا کثرت باراں کا ہی ذکر کرتا۔

(بخاری، جلد 2، کتاب الجمعۃ، مطبوعہ قادیان 2006)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 20 نومبر 2020ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)

خطبہ عید الفطر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ 2020

خطبہ عید الاضحی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ 2020

خطاب برموقع جلسہ سالانہ بنگلہ دیش 2011

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور | ملکی رپورٹیں، وصایا

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي العَالَمِ ✡ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

رسالہ کرامات الصادقین کی مثل لانے پر مولوی محمد حسین بٹالوی کیلئے ایک ہزار روپے کا انعام

گزشتہ شمارہ میں ہم نے عرض کیا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کو اَن پڑھ جاہل کے نام سے شہرت دینی چاہی اور آپؑ کی جماعت کا نام سفہاء کی جماعت رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ علوم عربیہ سے ناواقف اور امّی محض ہیں اور عربی کا ایک صیغہ بھی اچھی طرح نہیں جانتے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پاک بندوں کو قرآن مجید کا علم عطا فرماتا ہے لہٰذا آپؑ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو قرآن مجید کی تفسیر کے مقابلہ کیلئے بلایا اور تفسیر کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وشان میں ایک سو اشعار پر مشتمل قصیدہ عربی فصیح و بلیغ میں لکھنے کی دعوت دی۔ آپؑ نے فرمایا اگر اس مقابلہ میں محمد حسین غالب ہوئے تو مَیں اپنی خطا کا اقرار کرلوں گا اور ہر ایک سزا کے لائق ٹھہروں گا لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی مختلف حیلوں بہانوں سے اور بے جا شرطیں لگا کر مقابلہ سے بھاگ گئے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے شرمناک عذر

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے مقابلہ سے بھاگنے کے لئے جو حیلے اور بہانے پیش کئے وہ یہ ہیں :

”اس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارت کی غلطیاں ثابت کرینگے اور نیز کتاب فتح اسلام اور توضیح مرام کے کلمات کفر و الحاد پیش کرینگے اور نیز اُن پچاسی (85) سوالات کا جواب طلب کرینگے جو مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی نسبت مراسلت نمبر 20 مورخہ 9 جنوری 1893 میں ہم لکھ چکے ہیں اور یہ بھی سوال کرینگے کہ کیا تم نجوم نہیں جانتے اور کیا تم رمل اور جفر اور مسمریزم سے واقف نہیں ہو اور پھر جوابات کے جواب الجوابات کا جواب پوچھا جائیگا اور اسی طرح سلسلہ وار جواب الجواب ہوتے جائیں گے اور پھر یہ پوچھا جائیگا کہ بالمقابل عربی میں تفسیر لکھنے کو اپنے ملہم اور مؤید ہونے پر دلیل بتلاویں یعنی عربی دانی سے ملہم ہونا کیونکر ثابت ہوگا اور پھر کوئی دلیل اپنے الہامی اور مؤید من اللہ ہونے کی پیش کریں۔ پھر جب ان سوالات سے عہدہ برا ہو گئے تو پھر تفسیر عربی اور نیز قصیدہ نعتیہ میں مقابلہ کیا جائیگا ورنہ نہیں۔“ (کرامات الصادقین رُوحانی خزائن جلد 7 صفحہ 64)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو مزید مخاطب کرنا بے سُود سمجھا لیکن ایک اَور مرتبہ اتمام حجت کی خاطر اور عوام الناس کے شکوک وشبہات کو دُور کرنے کے لئے آپؑ نے انہیں مخاطب کیا اور رسالہ کرامات الصادقین کے مقابلہ کی دعوت دی۔ آپؑ فرماتے ہیں :

”اوّل مجھے اُن کے اِس قسم کے تعصّبات کو دیکھ کر دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اب ہمیشہ کے لئے ان سے اعراض کیا جائے ۔لیکن عوام کا یہ غلط خیال دُور کرنے کے لئے کہ گویا میاں محمد حسین بطالوی یا دوسرے مخالف مولوی جو اِس بزرگ کے ہم مشرب ہیں علم ادب اور حقائق تفسیر کلام الٰہی میں یدطولیٰ رکھتے ہیں قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اب آخری دفعہ اتمام حجّت کے طور پر بطالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب دوسرے علماء کی عربی دانی اور حقائق شناسی کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے یہ رسالہ شائع کیا جائے۔“ (ایضاً صفحہ 47)

مقابلے کی تفصیل اور شرائط اور ایک ہزار روپے کے انعام کا اعلان

مقابلے کی تفصیل اور شرائط کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا :

”واضح رہے کہ اس رسالہ میں چار قصائد اور ایک تفسیر سورۃ فاتحہ کی ہے اور اگرچہ یہ قصائد صرف ایک ہفتہ کے اندر بنائے گئے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ چند ساعت میں لیکن بطالوی صاحب اور انکے ہم مشرب مخالفوں کیلئے محض اتمام حجت کی غرض سے پوری ایک ماہ کی مہلت دیکر یہ اقرار شرعی قانونی شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس رسالہ کی اشاعت سے ایک ماہ کے عرصہ تک اسکے مقابل پر اپنا فصیح بلیغ رسالہ شائع کر دیں جس میں اسی تعداد کے موافق اشعار عربیہ ہوں جو ہمارے اس رسالہ میں ہیں اور ایسے ہی حقائق اور معارف اور بلاغت کے التزام سے سورہ فاتحہ کی تفسیر ہو جو اس رسالہ میں لکھی گئی ہے تو اُنکو ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا ورنہ آئندہ اُن کو یہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوگی کہ وہ ادیب اور عربی دان ہیں یا قرآن کریم کی حقائق شناسی میں کچھ بھی اُن کو مس ہے۔“ (ایضاً صفحہ 48)

رسالہ کرامات الصادقین کی تالیف کی اصل وجہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کرامات الصادقین کی تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

”بخدا مَیں نے اس رسالے کو صرف تمہاری نخوت کو توڑنے اور تمہاری رعونت کے شعلے کو بجھانے کے لئے تالیف کیا ہے...... مَیں نے چاہا کہ منصفوں پر تمہارے علم کی کیفیت کو ظاہر کروں سو اس غرض کے لئے مَیں نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور قوت بیان کے موتیوں سے مَیں نے اپنا مقصد پورا کرلیا۔ پس اگر تم نے مقابلہ کیا اور اس جیسا کلام پیش کر دیا تو تمہیں ایک ہزار روپیہ (انعام) دیا جائے گا۔ بلکہ غالب آنے کی صورت میں بیس روپے مزید بھی دیئے جائیں گے...... پس مجھے تعجب ہے کہ تم دینی معارف سے تہی دامن ہونے کے باوجود متکبر اور بے حیا ہو اور تقویٰ شعار لوگوں کی راہ پر نہیں چل رہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے تمہیں ملزم ٹھہرانے اور تمہارا منہ بند کرنے کے لئے مجھے مبعوث فرمایا ہے، مَیں نے اللہ کی جناب میں التجا کی کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے اور جھوٹوں کی تدبیر کو کمزور کرے۔“ (ایضاً صفحہ 42،عربی سے ترجمہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

”یہ بھی یاد رہے کہ یہ قصائد اور یہ تفسیر کسی غرض خودنمائی اور خودستائی سے نہیں لکھی گئی بلکہ محض اس غرض سے کہ تا میاں بطالوی اور اُنکے ہم خیال لوگوں کی نسبت منصف لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے اِس اصرار میں کہ یہ عاجز مفتری اور دجّال اور ساتھ اِس کے بالکل علم ادب سے بے بہرہ اور قرآن کریم کے حقائق و معارف سے بے نصیب ہے اور وہ لوگ بڑے اعلیٰ درجے کے عالم فاضل ہیں کس قدر کاذب اور دروغ گو اور دین اور دیانت سے دور ہیں۔ اگر میاں بطالوی اپنے ان بیانات اور ہذیانات میں جو اُس نے اِس عاجز کے نادان اور جاہل اور مفتری ہونیکے بارہ میں اپنے اشاعۃ السنۃ میں شائع کئے ہیں دیانتدار اور راست گو ہے تو کچھ شک نہیں کہ اب بلا حجت وحیلہ اِن قصائد اور تفسیر کے مقابلہ پر اپنی طرف سے اسی قدر اور تعداد اشعار کے لحاظ سے چار قصیدے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اور نیز سورۃ فاتحہ کی تفسیر بھی شائع کریگا۔ تا سیہ رُوئے شود ہر کہ درو غش باشد۔“ (ایضاً صفحہ 62)

نہ صرف محمد حسین بلکہ تمام مولویوں کو مقابلہ کی پُرزور دعوت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام علماء کرام کو رسالہ کرامات الصادقین کے مقابلہ کے لئے بلایا اور اُنہیں پُرزور غیرت دلائی۔ آپؑ نے فرمایا: ”ایسا ہی وہ تمام مولوی جن کے سر میں تکبر کا کیڑا ہے اور جو اِس عاجز کو باوجود بار بار اظہار ایمان کے کافر اور مُرتد خیال کرتے ہیں اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتے ہیں اِس مقابلہ کیلئے مدعو ہیں چاہے وہ دہلی میں رہتے ہوں جیسا کہ میاں شیخ الکل اور یا لکھوکے میں جیسا کہ میاں محی الدین بن مولوی محمد صاحب اور یا لاہور میں یا کسی اور شہر میں رہتے ہوں اور اب ان کی شرم اور حیا کا تقاضا یہی ہے کہ مقابلہ کریں اور ہزار روپیہ لیویں ان کو اختیار ہے کہ بالمقابل جوہر علمی دکھلانے کے وقت ہماری غلطیاں نکالیں ہماری صرف ونحو کی آزمائش کریں اور ایسا ہی اپنی بھی آزمائش کرادیں لیکن یہ بات بے حیائی میں داخل ہے کہ بغیر اِسکے جو ہمارے مقابل پر اپنا بھی جوہر دکھلاویں یکطرفہ طور پر اُستاد بن بیٹھیں۔“ (ایضاً صفحہ 63)

پیشگوئی کہ محمد حسین بٹالوی مقابلہ کیلئے نہیں نکلیں گے اور نہ اُن میں مقابلہ کی طاقت ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

ہم فراست ایمانیہ کے طور پر یہ پیشگوئی کر سکتے ہیں کہ شیخ صاحب اِس طریق مقابلہ کو بھی ہرگز قبول نہیں کرینگے اور اپنی پرانی عادت کے موافق ٹالنے کیلئے کوشش کرینگے۔ بات یہ ہے کہ شیخ صاحب علم ادب اور تفسیر سے سراسر عاری اور کسی نامعلوم وجہ سے مولوی کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔

محمد حسین بٹالوی تمام دُنیا کے مولویوں میں سے جس سے چاہیں مدد لے لیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کرکے فرمایا :

”اس رسالہ میں صرف شیخ صاحب ہی مخاطب نہیں بلکہ وہ تمام مکفر مولوی بھی مخاطب ہیں جو اس عاجز متبع اللہ اور رسولؐ کو دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ شیخ صاحب نیاز مندی کے ساتھ اُن کی خدمت میں جائیں اور اُن کے آگے ہاتھ جوڑیں اور روویں اور اُن کے قدموں پر گریں تا یہ لوگ اس نازک وقت میں اُن کی عربی دانی کی پَردہ دری سے ان کو بچالیں کچھ تعجب نہیں کہ کسی کو اُن پر رحم آجاوے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ اگر حنفی مولوی کے پاس جائیں تو اُسکو کہہ دیں کہ اب میں حنفی ہوں اور اگر شیعہ کی خدمت میں جائیں تو کہہ دیں کہ اب میں شیعان اہلبیت میں سے ہوں چنانچہ یہی وتیرہ آجکل شیخ جی کا سُنا بھی جاتا ہے۔

اس عاجز کو شیخ جی اور ہر یک مکفر بداندیش کی نسبت الہام ہو چکا ہے کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ اسلئے یہ کوششیں شیخ جی کی ساری عبث ہوں گی اور اگر کوئی مولوی شوخی اور چالاکی کی راہ سے شیخ صاحب کی حمایت کے لئے اُٹھے گا تو مُنہ کے بل گرایا جائیگا۔ (ایضاً صفحہ 66)

محمد حسین بٹالوی ایک غبی، بلید، شرمناک فطرت کے ساتھ موٹی سمجھ اور سطحی خیال کا آدمی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”میں سچ سچ کہتا ہوں اور خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ میں علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھتا ہوں کہ آپ صرف استخوان فروش ہیں اور علم اور درایت اور تفقہ سے سخت بے بہرہ اور ایک غبی اور بلید آدمی ہیں جن کو حقائق اور معارف کے کوچہ کی طرف ذرہ بھی گزر نہیں اور ساتھ اس کے یہ بلا لگی ہوئی ہے کہ ناحق کے تکبر اور نخوت نے آپ کو ہلاک ہی کر دیا ہے۔ جب تک آپ کو اپنی اس جہالت پر اطلاع نہ ہو اور دماغ سے غرور کا کیڑا نہ نکلے تب تک آپ نہ کوئی دنیا کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں نہ دین کی۔ آپ کا بڑا دوست وہ ہوگا جو اس کوشش میں لگا رہے جو آپ کی جہالتیں اور نخوتیں آپ پر ثابت کرے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کو کس بات پر ناز ہے۔ شرمناک فطرت کے ساتھ اور اس موٹی سمجھ اور سطحی خیال پر یہ تکبر اور یہ ناز نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْجَہَالَۃِ وَالْحُمْقِ وَ تَرْکِ الْحَیَاءِ وَالسَّخَافَۃِ وَالضَّلَالَۃِ۔“ (آئینہ کمالات، رُوحانی خزائن جلد 5 صفحہ 308)

آئندہ انشاء اللہ ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری کے حق میں دعا فرمائی کہ

اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوْبَ کَمَا بَاتَ یَحْفَظُنِیْ کہ اے اللہ! ابوایوب کی حفاظت فرما جس طرح اس نے پوری رات میری حفاظت کرتے ہوئے گزاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ

حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ انصاریؓ اور حضرت خالد (ابوایوب) انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

میری امت اس وقت تک خیر پر باقی رہے گی یا یہ فرمایا کہ فطرت پر قائم رہے گی جب تک وہ مغرب میں تاخیر نہ کریں یہاں تک کہ ستارے چمکنے لگیں

چار مرحومین مکرم عبدالحیٔ منڈل صاحب معلم سلسلہ (بھارت)، مکرم سراج الاسلام صاحب معلم سلسلہ ضلع مرشد آباد بنگال (بھارت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے مکرم شاہد احمد خان پاشا صاحب اور مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب شیفیلڈ (یوکے) کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 20 رنومبر 2020ء بمطابق 20 رنبوت 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج جن صحابی کا پہلے ذکر ہوگا ان کا نام ہے حضرت عوف بن حارث بن رِفَاعَہ انصاریؓ۔ روایات میں آپ کا نام عوف بن حارث اور عوف بن عفراء بیان ہوا ہے۔ عفراء آپ کی والدہ کا نام تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنونَجّار سے تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ حضرت عوفؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عوف انصار کے ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکہ آکر بیعت کی۔ آپؓ بیعت عقبہ میں بھی شامل تھے۔ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت اَسْعَدْ بن زُرَارَہؓ اور حضرت عُمَارَہ بن حَزْمؓ کے ساتھ مل کر بنو مالک بن نجار کے بت توڑے۔ غزوۂ بدر کے دن جب جنگ جاری تھی تو حضرت عوف بن عفراءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کس بات سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات سے کہ اس کا ہاتھ جنگ میں مصروف ہو اور زرہ کے بغیر بے خوف لڑ رہا ہو۔ یعنی اگر جنگ کے میدان میں ہے تو پھر بے خوف ہونا چاہیے۔ اس پر حضرت عوف بن عفراءؓ نے اپنی زرہ اتار دی اور آگے بڑھ کر لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ غزوۂ بدر میں ابوجہل نے عوف بن حارث اور آپؓ کے بھائی حضرت معوذ کو شہید کیا تھا۔ حدیث اور سیرت کی کتب میں غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کرنے والے صحابہ کے مختلف نام ملتے ہیں ان میں حضرت عوف بن عفراء کا نام بھی آتا ہے۔ یہ پہلے بھی ایک دفعہ ذکر کر چکا ہوں۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ان کا نام عوف بن حارث تھا۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 373 تا 375، 370 ،مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(الاصابہ، جلد 4، صفحہ 614-615 ،مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)(الاستیعاب، جلد 3 ،صفحہ 1225-1226 ،مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شھد بدرًا، حدیث 3988)(صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب...... حدیث 3141)(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، حدیث 3963)(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الاسیر یوثق حدیث 2680)

عام طور پہ یہ دونوں نام ان کے بولے جاتے ہیں۔ بہرحال یہ ابوجہل کے قتل میں بھی شریک تھے اور ان کی شہادت بدر میں ہوئی۔

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ ہیں حضرت ابوایوب انصاریؓ۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا نام حضرت خالدؓ اور ان کے والد کا نام زید بن کُلَیب تھا۔

(اسد الغابہ، جلد6، صفحہ 22 حضرت اَبُوْ اَیُّوْب الْاَنْصَارِی، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

آپؓ اپنے نام اور کنیت دونوں سے مشہور ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری کو عقبہ ثانیہ کے موقعے پر ستّر انصار کے ہمراہ بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی والدہ کا نام ہِند بنت سعید تھا جبکہ ایک قول کے مطابق ان کا نام زَہرا ء بنت سَعد تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری کی بیوی کا نام حضرت ام حسن بنت زید تھا۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ (الاصابہ، جلد2، صفحہ 200، حضرت خالد بن زید، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

(الطبقات الکبریٰ، جلد3، صفحہ 368-369، حضرت اَبُوْ اَیُّوْب، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ مسجد نبوی اور اپنے گھروں کی تعمیر تک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام فرما رہے۔

(اسد الغابہ، جلد6، صفحہ 23، حضرت ابوایوب دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے واقعے کو یوں بیان کیا ہے کہ ''بنونجار میں پہنچ کر پھر یہ سوال درپیش تھا کہ آپؐ کس شخص کے ہاں مہمان ٹھہریں۔ قبیلہ کا ہر شخص خواہشمند تھا کہ اسی کو یہ فخر حاصل ہو، بلکہ بعض لوگ تو جوش محبت میں آپؐ کی اونٹنی کی باگوں پر ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ ''میری اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ اس وقت مامور ہے۔'' یعنی جہاں خدا کا منشا ہوگا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گی اور یہ کہتے ہوئے آپؐ نے بھی اس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ اونٹنی آگے بڑھی اور تھوڑی دور خراماں خراماں چلتی ہوئی جب اس جگہ میں پہنچی جہاں بعد میں مسجد نبویؐ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات تعمیر ہوئے اور جو اس وقت مدینہ کے دو بچوں کی افتادہ زمین تھی تو بیٹھ گئی، لیکن فوراً ہی پھر اٹھی اور آگے کی طرف چلنے لگی۔ مگر چند قدم چل کر پھر لوٹ آئی اور اسی جگہ جہاں پہلے بیٹھی تھی دوبارہ بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ الْمَنْزِلُ یعنی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی منشا میں یہی ہماری مقام گاہ ہے اور پھر خدا سے دعا مانگتے ہوئے اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور دریافت فرمایا کہ اپنے آدمیوں میں سے یہاں سے قریب ترین گھر کس کا ہے۔'' یعنی مسلمانوں میں سے۔ ''ابوایوب انصاری فوراً لپک کر آگے ہو گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ تشریف لے چلیے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا جاؤ اور ہمارے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ تیار کرو۔

ابوایوب انصاریؓ فوراً اپنے مکان کو ٹھیک ٹھاک کر کے آگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اندر تشریف لے گئے۔ یہ مکان دو منزلہ تھا۔ ابوایوبؓ چاہتے تھے کہ آپؐ اوپر کی منزل میں قیام فرمائیں لیکن آپؐ نے اس خیال سے کہ ملاقات کیلئے آنے جانے والے لوگوں کو آسانی رہے نچلی منزل کو پسند فرمایا اور وہاں فروکش ہو گئے۔ رات ہوئی تو ابوایوب اور ان کی بیوی کو ساری رات اس خیال سے نیند نہیں آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہیں اور ہم آپؐ کے اوپر ہیں اور مزید اتفاق یہ ہو گیا کہ رات کو چھت پر ایک پانی کا برتن ٹوٹ گیا اور ابوایوب نے اس ڈر سے کہ پانی کا کوئی قطرہ نیچے نہ ٹپک جاوے جلدی سے اپنا لحاف پانی پر گرا کر اسے خشک کر دیا۔ صبح ہوئی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال اصرار آپؐ کی خدمت میں اوپر کی منزل میں تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے پہلے تو تامل کیا، لیکن بالآخر ابوایوب کے اصرار کو دیکھ کر رضامند ہو گئے۔ اس مکان میں آپؐ نے سات ماہ تک یا ابن اسحاق کی روایت کی رو سے ماہ صفر سن 2 ہجری تک قیام فرمایا۔ گویا جب تک مسجد نبوی اور اس کے ساتھ والے حجرے تیار نہیں ہو گئے آپؐ اسی جگہ'' یعنی حضرت ابوایوب انصاری کے مقام میں مکان میں ہی ''مقیم رہے۔ ابوایوب آپؐ کی خدمت میں کھانا بھجواتے تھے اور پھر جو کھانا بچ کر آتا تھا وہ خود کھاتے تھے اور محبت و اخلاص کی وجہ سے اسی جگہ انگلیاں ڈالتے تھے جہاں سے آپؐ نے کھایا ہوتا تھا۔ دوسرے اصحاب بھی عموماً آپؐ کی خدمت میں کھانا بھیجا کرتے تھے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 267، 268)

اس واقعے کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ بعض فقرے، بعض باتیں نئی ہوتی ہیں اس لیے میں یہ بھی سارا پڑھ دیتا ہوں۔ عموماً تو وہی واقعہ بیان ہوا ہے لیکن حضرت مصلح موعودؓ کا اپنا ایک انداز ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

’’جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپؐ اس کے گھر میں ٹھہریں۔ جس جس گلی میں سے آپؐ کی اونٹنی گزری تھی اس گلی کے مختلف خاندان اپنے گھروں کے آگے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہؐ! یہ ہمارا گھر ہے اور یہ ہمارا مال ہے اور یہ ہماری جانیں ہیں جو آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہیں۔ یا رسول اللہؐ! اور ہم آپ کی حفاظت کرنے کے قابل ہیں۔ آپ ہمارے ہی پاس ٹھہریں۔ بعض لوگ جوش میں آگے بڑھتے اور آپ کی اونٹنی کی باگ پکڑ لیتے تا کہ آپ کو اپنے گھر میں اتروالیں مگر آپؐ ہر ایک شخص کو یہی جواب دیتے تھے کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ آج خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ یہ وہیں کھڑی ہوگی جہاں خدا تعالیٰ کا منشا ہوگا۔ آخر مدینہ کے ایک سرے پر بنو نجار کے یتیموں کی ایک زمین کے پاس جا کر اونٹنی ٹھہر گئی۔ آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا یہی منشا معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں۔ پھر فرمایا یہ زمین کس کی ہے؟ زمین کچھ یتیموں کی تھی۔ ان کا ولی آگے بڑھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ فلاں فلاں یتیم کی زمین ہے اور آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم کسی کا مال مفت نہیں لے سکتے۔ آخر اس کی قیمت مقرر کی گئی اور آپؐ نے اس جگہ پر مسجد اور اپنے مکانات بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: سب سے قریب گھر کس کا ہے؟ ابوایوب انصاری آگے بڑھے اور کہا یا رسول اللہ! میرا گھر سب سے قریب ہے اور آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: گھر جاؤ اور ہمارے لیے کوئی کمرہ تیار کرو۔ ابوایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اوپر کی منزل تجویز کی مگر آپؐ نے اس خیال سے کہ ملنے والوں کو تکلیف ہوگی نچلی منزل پسند فرمائی۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو شدید محبت پیدا ہوگئی تھی اس کا مظاہرہ اس موقع پر بھی ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر حضرت ابوایوبؓ مان تو گئے کہ آپؐ نچلی منزل میں ٹھہریں لیکن ساری رات میاں بیوی اس خیال سے جاگتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نیچے سو رہے ہیں پھر وہ کس طرح اس بے ادبی کے مرتکب ہوسکتے ہیں کہ وہ چھت کے اوپر سوئیں۔‘‘ یہ محبت کا ایک اظہار تھا۔ ’’رات کو ایک برتن پانی کا گر گیا تو اس خیال سے کہ چھت کے نیچے پانی نہ ٹپک پڑے حضرت ابوایوبؓ نے دوڑ کر اپنا لحاف اس پانی پر ڈال کر پانی کی رطوبت کو خشک کیا۔ صبح کے وقت پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارے حالات عرض کیے۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر جانا منظور فرمالیا۔ حضرت ابوایوبؓ روزانہ کھانا تیار کرتے اور آپ کے پاس بھجواتے۔ پھر جو آپؐ کا بچا ہوا کھانا آتا وہ سارا گھر کھاتا۔ کچھ دنوں کے بعد اصرار کے ساتھ باقی انصار نے بھی مہمان نوازی میں اپنا حصہ طلب کیا اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر کا انتظام نہ ہوگیا باری باری مدینہ کے مسلمان آپ کے گھر میں کھانا پہنچاتے رہے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد20، صفحہ 228، 229)

یہ حضرت مصلح موعودؓ کا دیباچے سے جو بیان تھا وہ ختم ہوا۔ آگے یہ حدیث کی روایت ہے۔

حضرت ابوایوبؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں اترے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نچلی منزل میں اور حضرت ابوایوب اوپر والی منزل میں تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت ابوایوب بیدار ہوئے اور کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اوپر چلتے ہیں پس وہ ایک طرف ہٹ گئے اور ایک کونے میں رات گزاری۔ پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نچلے حصہ میں زیادہ سہولت ہے۔ انہوں نے کہا مَیں اس چھت پر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر منتقل ہوگئے اور حضرت ابوایوب نیچے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا بناتے تھے اور جب وہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے پاس واپس لایا جاتا تو وہ لانے والے سے پوچھتے کہ کس جگہ آپ کی انگلیاں لگی تھیں۔ پھر وہ آپ کی انگلیوں کی جگہ کا تتبع کرتے یعنی وہیں سے کھاتے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ آپ کیلئے کھانا تیار کیا جس میں لہسن تھا۔ جب وہ ان کی طرف واپس لایا گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی جگہ کے متعلق پوچھا اور ان سے کہا کہ کیا آپ نے نہیں کھایا؟ جب ان کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کھانا نہیں کھایا تو گھبرا گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اوپر گئے اور پوچھا کہ کیا یہ لہسن حرام ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن مَیں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ اس پر ابوایوب انصاری نے کہا جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں مَیں اس کو ناپسند کرتا ہوں یا انہوں نے کہا کہ جس کو آپ نے ناپسند کیا مَیں نے بھی ناپسند کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آتے تھے۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ اسی طرح لکھی ہے یعنی وحی ہوتی تھی اور فرشتے آتے تھے اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بو والی چیز پسند نہیں کرتے تھے لیکن یہ حرام نہیں ہے۔

مسلم میں یہ روایت یوں بھی درج ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا پیش کیا جاتا آپ اس میں سے تناول فرماتے اور اپنا بچا ہوا کھانا میری طرف بھیج دیتے۔ ایک دن آپ نے بچا ہوا کھانا بھیجا جس میں سے آپ نے نہیں کھایا تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا مَیں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں لیکن مَیں اس کی بُو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں تو ابوایوب نے عرض کیا کہ مَیں بھی ناپسند کرتا ہوں جو آپ ناپسند فرماتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، بَابُ اباحۃ اکل الثوم......حدیث 5356 تا 5358)

ایک دوسری روایت میں جو مسند احمد بن حنبل کی ہے، یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر کی نچلی منزل میں فروکش ہوئے اور مَیں بالا خانے میں تھا۔ ایک مرتبہ بالا خانے میں پانی گر گیا تو مَیں اور اُمّ ایوب ایک چادر لے کر پانی خشک کرنے لگے اس ڈر سے کہ وہ پانی ٹپک کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ گرنے لگے۔ پھر مَیں ڈرتا ڈرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم آپ کے اوپر رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے میں منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر آپ کا سامان بالا خانے میں منتقل کر دیا گیا اور آپ کا سامان بہت ہی مختصر تھا۔ پھر مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپؐ مجھے کھانا بھیجتے تو مَیں جائزہ لیتا اور جہاں آپ کی انگلیوں کے نشان دیکھتا مَیں اپنا ہاتھ وہیں رکھتا لیکن آج جو کھانا آپ نے مجھے بھیجا ہے اسے جب مَیں نے دیکھا تو مجھے آپ کی انگلیوں کے نشان اس میں نظر نہیں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات صحیح ہے۔ دراصل اس میں پیاز تھا۔ یہاں لہسن کی بجائے پیاز کا بیان ہوا ہے۔ مَیں نے ناپسند کیا کہ اسے کھاؤں اس فرشتے کی وجہ سے جو میرے پاس آتا ہے۔ البتہ تم لوگ اسے کھاؤ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 781 حدیث 23966 مسند ابو ایوب انصاری مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت تمام غزوات میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 369، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بدر کے روز صفیں بنائیں تو ہم میں سے بعض لوگ صف سے آگے نکل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ’’میرے ساتھ، میرے ساتھ۔‘‘ (مسند احمد بن حنبل، جلد 7، صفحہ 780، مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23963، عالم الکتب بیروت 1998ء) یعنی میرے پیچھے رہو۔ میرے سے آگے نہ نکلو۔

حضرت صفیہؓ کے رخصتانے کی رات کا ذکر ہے۔ گو یہ پہلے ایک ذکر میں مختصر بیان کر چکا ہوں لیکن دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔ جب حضرت صفیہؓ کا رخصتانہ ہوا تو اس رات حضرت ابوایوب انصاریؓ آنحضرتؐ کے خیمے کے باہر ننگی تلوار لیے تمام رات پہرہ دیتے رہے اور خیمے کے چاروں طرف گھومتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب کو خیمہ کے باہر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابوایوب کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! مَیں اس عورت سے آپ کے متعلق خوفزدہ ہوا کیونکہ اس کا باپ اور اس کا شوہر اور اس کی قوم کے لوگ قتل ہوئے ہیں اور یہ کفر سے نئی نئی نکلی ہے۔ اس لیے مَیں رات بھر آپؐ کی حفاظت کے خیال سے پہرہ دیتا رہا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوْبَ کَمَا بَاتَ یَحْفَظُنِیْ کہ اے اللہ! ابوایوب کی حفاظت فرما جس طرح اس نے پوری رات میری حفاظت کرتے ہوئے گزاری۔ امام سُہَیلی کہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مطابق حضرت ابوایوبؓ کی حفاظت فرمائی یہاں تک کہ رومی آپ کی قبر کی حفاظت کرتے اور وہ آپ کے وسیلے سے پانی مانگتے تو بارش ہوتی۔

(السیرۃ الحلبیۃ، جلد3، صفحہ 65، غزوہ خیبر، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت محمود کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عِتْبَان بن مالِک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں موجود تھے۔ کہتے تھے کہ مَیں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان نالہ تھا۔ جب بارشیں ہوتیں تو ان کی مسجد کی طرف عبور کر کے جانا میرے لیے مشکل ہوتا۔ اس لیے مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مَیں نے آپؐ سے عرض کیا کہ مَیں اپنی بینائی کمزور پاتا ہوں اور وہ نالہ جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارشیں آتی ہیں بہنے لگتا ہے اور وہ میرے لیے عبور کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں اور میرے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھیں جسے مَیں نماز کی جگہ بنالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں آؤں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن چڑھے میرے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ مَیں نے اجازت دی۔ آپؐ بیٹھے نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر میں سے آپ کون سی جگہ پسند کرتے ہیں کہ مَیں وہاں نماز پڑھوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھنے کیلئے بلایا تھا تو کونسی جگہ ہے جہاں تم چاہتے ہو کہ مَیں نماز پڑھوں؟ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں مَیں چاہتا تھا کہ آپ نماز پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر سلام پھیرا اور جس وقت آپؐ نے سلام

ارشاد باری تعالیٰ

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ
وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا (النساء:81)

ترجمہ: جو اِس رسول کی پیروی کرے تو اُس نے اللہ کی پیروی کی اور جو پھر جائے تو ہم نے تجھے ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا اور مَیں نے آپؐ کو خَزِیرَہ یعنی گوشت اور آٹے کا ایک کھانا ہے وہ کھانے کیلئے روک لیا جو آپؐ کیلئے تیار ہو رہا تھا۔ محلے والوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ بھاگے آئے یہاں تک کہ گھر میں بہت سے آدمی ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا مالک کہاں ہے مَیں اسے نہیں دیکھتا۔ تو کسی نے کہا وہ منافق ہے۔ ایک اَور صحابی کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس کو محبت نہیں ہے اس لیے وہ نہیں آیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا اقرار کیا ہے۔ وہ اس اقرار سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہے۔ اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم تو بخدا اس کی دوستی اور اس کی باتیں منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آگ اس شخص پر حرام کر دی ہے جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا اقرار کیا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہو۔ حضرت محمود بن ربیع کہتے تھے کہ مَیں نے یہ بات کچھ اَور لوگوں سے بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔ وہ اس جنگ میں تھے جس میں وہ ملکِ روم میں فوت ہوئے اور یزید بن معاویہ ان کے سردار تھے۔ تو حضرت ابوایوب نے میری بات کا انکار کیا اور کہا کہ بخدا مَیں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا کہا ہو جو تم نے بیان کیا ہے۔ یعنی کہ آگ اس پہ حرام ہوئی جو صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ مَیں اس بات سے بڑا پریشان تھا۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے اوپر ایک منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا اور اس جنگ سے واپس لوٹا تو یہ بات مَیں حضرت عِتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھوں گا بشرطیکہ مَیں نے ان کی قوم کی مسجد میں ان کو زندہ پایا۔ چنانچہ مَیں لوٹا اور حج یا عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر مَیں چل پڑا یہاں تک کہ مدینہ آیا اور بنو سالم کے محلے میں گیا تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عتبانؓ بوڑھے ہو گئے ہیں اور آپ کی بینائی جاتی رہی ہے۔ آپ اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے سلام پھیرا تو مَیں نے انہیں سلام کیا اور انہیں بتایا کہ مَیں کون ہوں۔ پھر مَیں نے ان سے وہ بات پوچھی تو انہوں نے اس کو اسی طرح بیان کیا جس طرح کہ پہلی دفعہ مجھ سے بیان کیا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً، روایت نمبر 1186) (لغات الحدیث، جلد اول، صفحہ 580)

کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ مَیں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ پڑھا اس پہ آگ حرام ہو گئی لیکن حضرت ابوایوب اس کو نہیں مانتے تھے۔ اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنی رائے لکھی ہے کہ حدیث میں یہی آتا ہے کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللہِ۔

اس پوری حدیث کا ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔ اس میں یہ بھی وضاحت آ جائے گی۔ یعنی محمود بن ربیع روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے عتبان بن مالک سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہوئی ہے جو سچی نیت سے خدا کی رضا کی خاطر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کا اقرار کرتا ہے لیکن جب میں نے یہ روایت ایک ایسی مجلس میں بیان کی جس میں ابوایوب انصاریؓ صحابی بھی موجود تھے تو ابوایوبؓ نے اس روایت سے انکار کیا اور کہا خدا کی قسم! مَیں ہرگز نہیں خیال کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہو۔ پھر آگے مرزا بشیر احمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک ایسی حدیث کو جو اصولِ روایت کے لحاظ سے صحیح تھی۔ جو حدیث بیان کرنے کے روایت کے اصول ہیں اس لحاظ سے صحیح تھی۔ لیکن حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اپنی درایت کی بنیاد پر یعنی اپنی سمجھ اور اپنے لحاظ سے جس کو وہ صحیح سمجھتے تھے اس کو بنیاد رکھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا اور پھر میاں بشیر احمد صاحب یہ فرماتے ہیں کہ گو یہ ممکن ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا استدلال درست نہ ہو مگر بہرحال یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے۔ اب یہ بات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہ یونہی ہر حدیث کو، بات کو نہیں مان لیا کرتے تھے بلکہ وہ بھی غور کرتے تھے، تحقیق کرتے تھے۔ تو وہ لکھتے ہیں کہ ''بہرحال یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ صحابہ یونہی کورانہ طور پر ہر روایت کو قبول نہیں کر لیتے تھے'' بلکہ درایت و روایت ہر دو کے اصول کے ماتحت پوری تحقیق کر لینے کے بعد قبول کرتے تھے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ، صفحہ 16)

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے لکھا ہے کہ حضرت محمود بن ربیعؓ سے جب انہوں نے یعنی ابوایوب انصاری نے یہ روایت سنی تو انہوں نے انکار کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ خالی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کا اقرار آگ سے محفوظ نہیں رکھ سکتا جب تک اعمال صالحہ اس کے ساتھ نہ ہوں۔ یہ ثابت شدہ اسلامی مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے۔ بالکل اسی طرح ہوتا ہے پھر آگے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مگر یَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللہِ کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ اقرار توحید کس قسم کا ہے۔ یعنی جو دل سے چاہتے ہوئے خدا کی رضا کی خاطر کلمہ پڑھتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کہتا ہے اس کے لیے آگ حرام ہے۔ تو پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت محمود نے دوبارہ تحقیق اس خیال سے کی کہ شاید وہ بعض الفاظ ضبط نہ کر سکے ہوں اور پھر جو دوبارہ تحقیق کی تو دوبارہ یہی ثابت ہوا کہ وہ الفاظ درست تھے جو روایت تھی۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ کسی کے ایمان یا نفاق سے متعلق لوگوں کے سامنے اظہارِ رائے نامناسب ہے۔ کسی کو یہ کہہ دینا کہ منافق ہے یا اس کا ایمان کمزور ہے یہ غلط چیز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعے پر ابن دُخْشُن کی نسبت نکتہ چینی ناپسند فرمائی تھی۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ اس طرح پبلک میں کہا جائے۔ اس قسم کی نکتہ چینی بجائے اصلاح کے فتنہ و فساد کا موجب ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب الصلاۃ النوافل جماعۃ، حدیث 1186، جلد 2، صفحہ 565 از نظارت اشاعت ربوہ)

ایک روایت میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہؓ نے اَبْوَاء مقام پر مسئلہ غسل میں اختلاف کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا مُحْرِم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا کہ مُحْرِم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری کے پاس بھیجا۔ مَیں نے انہیں دو لکڑیوں کے درمیان نہاتے ہوئے پایا۔ ان پر کپڑے سے پردہ کیا گیا تھا۔ مَیں نے ان کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے فرمایا کون ہے؟ مَیں نے کہا عبداللہ بن حُنَیْن۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ مَیں آپ سے پوچھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کس طرح دھوتے تھے جبکہ آپ احرام کی حالت میں ہوتے تھے کیونکہ کہتے ہیں کہ احرام باندھا ہو تو سر نہیں دھونا چاہیے۔ تو حضرت ابوایوب نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا، اسے نیچے جھکایا یہاں تک کہ ان کا سر مجھے نظر آیا یعنی وہ سکرین جو بنائی ہوئی تھی جس کے آپ پیچھے تھے اس کو نیچے کر کے آپ نے مجھے اپنا سر دکھایا۔ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا جو اُن پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو تو اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ملا، ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے اور کہا کہ اس طرح مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، بَابُ الِاغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ، حدیث نمبر 1840)

ایک دفعہ آگے پھر پیچھے لے گئے سر دھوتے ہوئے۔

حضرت سعید بن مُسَیِّبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوایوب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں کوئی چیز تنکا وغیرہ دیکھا تو انہوں نے اسے الگ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوایوب سے اللہ وہ چیز دور کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے ابوایوب تمہیں تکلیف نہ پہنچے۔ (کنز العمال، جلد 13، صفحہ 614، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر 37568، 37569، مکتبہ مؤسسۃ الرسالہ 1985ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ جنگِ جمل اور جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں حضرت علیؓ کے لشکر کے آگے والے حصہ میں شامل تھے۔

(اسد الغابہ، جلد 6، صفحہ 22 ''حضرت اَبُوْ اَیُّوْب الْاَنْصَارِیْ'' دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت علیؓ کو حضرت ابوایوب انصاریؓ کی ذات پر جو اعتماد تھا وہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا اور وہاں منتقل ہو گئے تو حضرت ابوایوب انصاری کو مدینہ کا گورنر بنا دیا اور وہ چالیس ہجری تک مدینہ کے گورنر رہے یہاں تک کہ بُسْر بن اَبُوْ اَرْطَاۃ کی قیادت میں امیر معاویہ کی شامی فوج نے مدینہ پر حملہ کیا تو اس وقت حضرت ابوایوب انصاریؓ مدینہ چھوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس کوفہ چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کو دربارِ خلافت سے ماہانہ وظائف ملتے تھے۔ حضرت ابوایوبؓ کا وظیفہ پہلے چار ہزار تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس ہزار کر دیا۔ پہلے آٹھ غلام ان کی زمین کی کاشت کیلئے مقرر تھے حضرت علیؓ نے چالیس غلام کر دیے۔

(تاریخ الطبری، جلد 3، صفحہ 153، ثم دخلت سنۃ اربعین...... دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء) (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، صفحہ 112، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت حَبِیب بن ابوثَابِتؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوبؓ امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور ان سے اپنے اوپر قرض کی شکایت کی تو انہوں نے وہ نہ دیکھا جو وہ پسند کرتے تھے اور انہوں نے وہ دیکھا جسے وہ ناپسند کرتے تھے۔ یعنی حضرت ابوایوب کی بات کو نہیں دیکھا بلکہ ان کی ناپسندیدگی والی بات کو دیکھا۔ پسند والی بات کو نہیں دیکھا۔ اس پر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم بعد میں ضرور ترجیح دیکھو گے یعنی تمہاری ترجیحات بدل جائیں گی۔ امیر معاویہ نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو کس چیز کا ارشاد فرمایا تھا۔ جب رسول پاک نے یہ کہا تو پھر آپؐ نے کیا فرمایا تھا؟ حضرت ابوایوبؓ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم لوگ صبر کرنا جب ایسی ترجیحات بدل جائیں جہاں تم لوگوں کی بات نہ مانی جائے۔ جو پسندیدہ بات

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کسی چیز میں جتنا بھی رِفق اور نرمی ہو اُتنا ہی یہ اُس کیلئے زینت کا موجب بن جاتا ہے
اور جس سے رِفق اور نرمی چھین لی جائے وہ اتنی ہی بدنما ہو جاتی ہے
(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق)

طالبِ دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے
نرمی کا جتنا اجر دیتا ہے اُتنا سخت گیری کا نہیں دیتا بلکہ کسی اور نیکی کا بھی اتنا اجر نہیں دیتا
(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق)

طالبِ دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

نہ سنی جائے تو پھر صبر کرنا۔ اس پر امیر معاویہ نے کہا پھر تم لوگ صبر کرو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کرنا تو پھر صبر کرو۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا اللہ کی قسم! مَیں تم سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابو ایوب بصرہ چلے گئے اور حضرت ابن عباسؓ کے ہاں قیام کیا۔ حضرت ابن عباس نے ان کیلئے اپنا گھر خالی کیا اور کہا میں آپ کے ساتھ ضرور ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ جب آپ نے رسول اللہ کی مہمان نوازی کی تھی ویسی مہمان نوازی میں آپ کی کروں گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اہل خانہ کو حکم دیا تو وہ باہر چلے گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا گھر میں جو کچھ ہے وہ سب آپ کا ہے اور انہوں نے حضرت ابوایوب کو چالیس ہزار درہم اور بیس غلام دیے۔ انہوں نے اپنا اَور انتظام کرلیا اور ان کو نہ صرف گھر دیا بلکہ چالیس ہزار درہم بھی دیے اور بیس غلام بھی دیے۔

(کنز العمال، جلد 13، صفحہ 614-615، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر 37570 مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (البقرۃ:196) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ’’اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔‘‘

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ ’’انہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاں کوئی تکلیف پیش آتی ہے وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔‘‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ ’’ہم اس میں کس طرح حصہ لے سکتے ہیں حالانکہ اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ جہاں موت کا ڈر ہو وہاں سے مسلمان کو بھاگ جانا چاہیے اور اسے بزدلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب دشمن سے لڑائیاں ہو رہی ہوں تو اس وقت اپنے مالوں کو خوب خرچ کرو۔ اگر تم اپنے اموال کو روک لو گے تو اپنے ہاتھوں اپنی موت کا سامان پیدا کرو گے۔ چنانچہ احادیث میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس وقت جبکہ وہ قسطنطنیہ فتح کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے کہا کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور پھر انہوں نے بتایا کہ پہلے تو ہم خدا تعالیٰ کے رستہ میں اپنے اموال خرچ کیا کرتے تھے لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو تقویت اور عزت دی اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو قُلۡنَا ھَلۡ نُقِیۡمُ فِیۡ اَمۡوَالِنَا وَ نُصۡلِحُھَا ...... ہم نے کہا کہ اگر اب ہم اپنے مالوں کی حفاظت کریں اور اسے جمع کریں تو یہ اچھا ہوگا۔ اس وقت یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہو۔ پس اپنے مالوں کو جمع نہ کرو بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خوب خرچ کرو ورنہ تمہاری جانیں ضائع چلی جائیں گی۔ دشمن تم پر چڑھ آئیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 429)

حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا۔ عُقْبَہ بن عَامِر جُہَنِی ان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عقبہؓ کے عہد امارت میں حضرت ابوایوب کو دو مرتبہ سفرِ مصر کا اتفاق ہوا۔ پہلا سفر طلبِ حدیث کیلئے تھا، انہیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ صرف ایک حدیث کیلئے حضرت ابوایوب نے بڑھاپے میں سفر کی زحمت گوارا کی۔ دوسری مرتبہ غزوۂ روم میں شرکت کے ارادے سے مصر تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، حصہ اول، صفحہ 113، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

مروان جب مدینہ کا گورنر تھا وہ ایک روز آیا تو اس نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا چہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر لگایا ہوا تھا۔ مروان نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ یہ شرک ہے۔ جھکے ہوئے سجدہ کر رہے ہو۔ پھر مروان اس شخص کے پاس آیا تو کیا دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں۔ ان پتھروں کے پاس نہیں آیا۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 7، صفحہ 785، مسند ابوایوب الانصاری، حدیث نمبر 23983، عالم الکتب بیروت 1998ء) (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، حصہ اول، صفحہ 116، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

یہاں مطلب یہ تھا کہ میں اس محبت و عشق کی وجہ سے جھکا ہوا ہوں۔ پتھروں کو سجدہ نہیں کر رہا۔ نہ مَیں کوئی شرک کر رہا ہوں بلکہ یہ محبت کا اظہار ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میرے دل میں ہے۔ شرک نہیں ہے۔

ابوعبدالرحمٰن حُبُلِی سے مروی ہے کہ ہم سمندر میں تھے اور ہم پر عبداللہ بن قیس فزاری امیر تھا اور ہمارے ساتھ حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔ وہ اموالِ غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس سے گزرے جو قیدیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت رو رہی ہے۔ انہوں نے پوچھا اس عورت کو کیا ہوا؟

لوگوں نے بتایا کہ اس عورت کو اور اسکے بیٹے کو الگ کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں اس پر انہوں نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اسے اسکی ماں کے ہاتھ میں دے دیا۔ اسکے بعد اموال غنیمت تقسیم کرنے والا عبداللہ بن قیس کے پاس گیا اور انہیں یہ سب بتایا تو انہوں نے حضرت ابوایوب کو بلا بھیجا اور پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ماں اور اسکے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 7، صفحہ 764، مسند ابو ایوب الانصاری، حدیث نمبر 23895، عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ جو بعض لوگ ماؤں سے بچے چھین لیتے ہیں ان کیلئے بھی اس میں سبق ہے۔ پھر یہ اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھیں کہ وہ خود کیا کرتے ہیں۔ اسلام تو اس حد تک خیال رکھتا ہے۔ اب گزشتہ دنوں امریکہ کی ہی خبریں تھیں کہ وہاں بھی جو امیگرینٹس (immigrants) آئے ہوئے تھے ان مہاجرین کو علیحدہ علیحدہ انہوں نے رکھ دیا۔ ماؤں کو علیحدہ، بچوں کو علیحدہ کیا اور بعض بچے کچھ عرصے کے بعد ماؤں کو پہچان بھی نہیں سکے۔ بہرحال اسلام اس حد تک تلقین کرتا ہے کہ ماؤں کو بچوں سے جدا نہ کرو۔ ایک دوسرے کو اس وجہ سے تکلیف نہ دو۔

حضرت مَرۡثَدۡ بن عبداللہؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمارے پاس جہاد کی غرض سے آئے تو ان دنوں حضرت عقبہ بن عامرؓ مصر کے والی تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز میں تاخیر کی۔ حضرت ابوایوب ان کے پاس گئے اور کہا اے عقبہ یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہ نے جواب دیا ہم مصروف تھے۔ حضرت ابوایوب نے کہا اللہ کی قسم! میری صرف یہ غرض ہے کہ لوگ یہ نہ گمان کریں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ میری امّت اس وقت تک خیر پر باقی رہے گی یا یہ فرمایا کہ فطرت پر قائم رہے گی جب تک وہ مغرب میں تاخیر نہ کریں یہاں تک کہ ستارے چمکنے لگیں۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 7، صفحہ 773، مسند ابوایوب الانصاری، حدیث نمبر 23931، عالم الکتب بیروت 1998ء) یعنی پہلے وقت میں مغرب کی نماز پڑھنی چاہئے۔

ابوواصل سے مروی ہے کہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملا۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور دیکھا کہ میرے ناخن بہت لمبے ہیں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آسمان کی خبروں کے متعلق سوال کرتا ہے اور وہ اپنے ناخن اس طرح لمبے رکھتا ہے جیسے پرندوں کے ناخن ہوتے ہیں۔ ان میں جنابت اور گندگی اور میل کچیل اکٹھی ہو جاتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 7، صفحہ 775، مسند ابوایوب الانصاری، حدیث نمبر 23938، عالم الکتب بیروت 1998ء)

یعنی باتیں تو تم لوگ بڑی اونچی اونچی پوچھتے ہو، معرفت کی کرتے ہو لیکن تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ ناخن تمہارے لمبے ہیں اور ان میں گند اکٹھا ہو جاتا ہے اس لیے ناخن کاٹ کے رکھا کرو۔ مسند احمد بن حنبل کی یہ حدیث ہے۔

حضرت ابوایوب کا فضل و کمال اس قدر مسلّم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس، ابن عمر، بَرَاء بن عَازِب، انس بن مالک، ابواُمَامہ، زید بن خالد جُہَنِی، مِقۡدَام بن مَعۡدِیۡ کَرِبۡ، جابر بن سَمُرَہ، عبداللہ بن یزید خَطۡمِی وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے حضرت ابوایوب کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے۔ تابعین میں سعید بن مُسَیِّب، عُرۡوَہ بن زُبیر، سالم بن عبداللہ، عَطَاء بن یَسَار، عطاء بن یزید لَیۡثِی، اَبُوسَلَمَہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بڑے پائے کے لوگ ہیں تاہم وہ حضرت ابوایوب کے ارادت مندوں میں داخل تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 3، حصہ اول، صفحہ 115، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ وہ معاویہ کے زمانے میں جہاد کیلئے نکلے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا۔ مرض میں شدت ہوگئی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے اٹھا لینا اور جب تم لوگ دشمن کے مقابلے میں صف بستہ ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں کے پاس دفن کر دینا۔ میں تم سے ایک حدیث بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اگر میری وفات قریب نہ ہوتی تو میں اسے بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا میں نے تم لوگوں سے ایک ایسی چیز چھپائی ہوئی تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور پھر اللہ اسے بخش دیتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت اور بخشش کی صفت کا اس حد تک پاس کرتا ہے۔

راوی محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ مسلمانوں کی کسی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے

(ملفوظات، جلد 7، صفحہ 128)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے، تقویٰ کا نُور اسکے اندر اور باہر ہو، اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو، اور بیجا غصّہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو (ملفوظات، جلد 7، صفحہ 127)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

لڑائی میں پیچھے نہیں رہے سوائے اس کے کہ آپ کسی دوسری لڑائی میں شامل ہوتے۔ یعنی اگر ایک وقت میں دو مختلف جنگ ہو رہی ہوتیں تو کسی نہ کسی جنگ میں لازمی شامل ہوتے تھے۔ صرف ایک سال وہ لڑائی میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ لشکر پر ایک نوجوان سپہ سالار بنا دیا گیا تھا وہ اس سال بیٹھے رہے۔ اس سال کے بعد وہ افسوس کرتے اور کہتے کہ مجھے اس بات سے کیا غرض کہ مجھ پر کون عامل مقرر کیا گیا۔ مجھے اس بات سے کیا غرض کہ مجھ پر کون عامل مقرر کیا گیا۔ مجھے اس بات سے کیا غرض کہ مجھ پر کون عامل مقرر کیا گیا۔ تین دفعہ انہوں نے یہ بات کہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس جَوَان کی امارت کا اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے وہ عبدالملک بن مروان تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے۔ لشکر پر یزید بن معاویہ امیر تھا۔ وہ ان کے پاس ان کی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بیان کریں۔ انہوں نے کہا کہ میری ضرورت یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے سوار کرنا۔ پھر جہاں تک گنجائش ملے دشمن کے ملک میں لے جانا۔ پھر جب گنجائش نہ پاؤ تو وہیں دفن کر دینا اور واپس آ جانا۔ جب حضرت ابوایوب کی وفات ہوگئی تو اس نے انہیں سوار کیا اور جہاں تک گنجائش ملی وہ دشمن کے ملک میں لے گیا اور انہیں دفن کیا۔ پھر واپس آ گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبۃ: 41) یعنی نکل کھڑے ہو ہلکے بھی اور بھاری بھی۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور میں اپنے آپ کو ہلکا بھی پاتا ہوں اور بھاری بھی۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اہل مکہ میں سے کسی شخص سے مروی ہے کہ یزید بن معاویہ جس وقت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ لوگوں سے میرا اسلام کہنا۔ وہ مجھے لے کر چلیں اور جتنا دور وہ مجھے لے جا سکتے ہیں لے جائیں تو یزید نے لوگوں کو وہ سب بتایا جو حضرت ابوایوب نے ان سے کہا تھا۔ لوگوں نے مانا اور ان کے جنازے کو جس حد تک وہ لے جا سکتے تھے لے گئے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات تک جہاد سے چمٹے رہے یہاں تک کہ ان کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ باون ہجری میں یزید بن معاویہ نے اپنے والد امیر معاویہ کی خلافت میں قسطنطنیہ کی جنگ لڑی۔ اسی سال حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی۔ یزید بن معاویہ نے ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔ ان کی قبر روم میں قلعہ قسطنطنیہ کے پاس ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت اور مرمت کرتے ہیں اور قحط کے ایام میں وہ آپؓ کے ذریعے پانی طلب کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد3، صفحہ 369-370، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) (الاصابہ، جلد2، صفحہ 201، حضرت خَالِد بِنْ زَیْد، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1995ء) (مسند احمد بن حنبل، جلد 7، صفحہ 768، مسند ابوایوب الانصاری، حدیث نمبر 23912، عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوایوب انصاریؓ نے امیر معاویہ کے عہد میں یزید کی کمان میں رومی حکومت کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور قسطنطنیہ کے شہر کے پاس پچاس یا اکاون ہجری میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق یزید نے گھڑ سواروں کو حکم دیا جو حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر پر آگے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ ان کی قبر کا نشان مٹ گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس رات حضرت ابوایوبؓ کو دفن کیا گیا اس کی صبح رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا تم لوگ رات کو کیا کرتے رہے۔ مسلمانوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار صحابہ میں سے تھے اور اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے ان سب سے قدیم تھے۔ ہم نے انہیں دفن کیا جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو اور اللہ کی قسم! اگر قبر کھودی گئی تو جب تک ہمارے پاس حکومت ہے، عرب کی سرزمین میں تمہارا یہ ناقوس نہیں بجے گا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب ان کے ہاں قحط پڑتا تو ان کی قبر سے تھوڑی سی مٹی ہٹاتے تو بارش ہو جاتی۔

(اسدالغابہ، جلد6، صفحہ 23 ''حضرت اَبُوْ اَیُّوْب الاَنْصَارِیْ'' دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

یہ وہاں اب بھی ایک روایت قائم ہے۔ کہاں تک صحیح ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ پچاس یا اکاون ہجری یا باون ہجری میں غزوۂ قسطنطنیہ میں فوت ہوئے۔ آخری قول اکثر لوگوں کا ہے یعنی باون ہجری کا۔

(الاصابہ، جلد2، صفحہ 201 ''حضرت خَالِد بِنْ زَیْد'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا مزار ترکی کے شہر استنبول میں ہے۔ مزار ایک چبوترے میں ہے جسے پیتل کے جالی دار دروازے سے بند کیا ہوا ہے۔ ترکی کے اکثر لوگ سکون قلب کیلئے یہاں حاضر ہوتے ہیں۔

(تبرکات صحابہ کا تصویری البم از ارسلان بن اختر 35 و50 مکتبہ ارسلان کراچی 2011ء)

اب بدری صحابہ کا یہ ذکر تو ختم ہو گیا لیکن چاروں خلفاء کا ذکر ان شاء اللہ بیان کروں گا۔ پہلے بعض کا مختصر بیان ہوا تھا۔ اب تفصیلی بیان کروں گا۔ اسی طرح شروع میں بعض صحابہ کا مختصر ذکر ہوا تھا اگر ان کے بارے میں کچھ اَور مواد میسر آیا تو وہ بھی بیان کر دوں گا۔ جب یہ سب لکھا جائے گا تو وہ ان صحابہ کی سیرت میں ان کے اس حصے میں چلا جائے گا اور وہ لوگ چند ایک ہی ہوں گے۔

اب بعض مرحومین کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی اور نمازوں کے بعد ان کی نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا مکرم عبدالحئی منڈل صاحب کا ہے جو انڈیا کے معلم سلسلہ ہیں۔ 25 ستمبر 2020ء کو ہارٹ اٹیک کی وجہ سے 53 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم نے سال 1999ء میں تحقیق کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ 2003ء میں جامعۃ المبشرین سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وفات تک محنت اور اخلاص اور لگن سے خدمت سلسلہ کرتے رہے۔ اس لحاظ سے مرحوم کا عرصہ خدمت سترہ سال بنتا ہے۔ مرحوم انتہائی مخلص، دین دار، اطاعت گزار، نمازوں کے پابند اور سلسلہ سے محبت رکھنے والے معلم تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بیوی بچوں کو بھی سکون قلب عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم سراج الاسلام صاحب معلم سلسلہ ضلع مرشد آباد بنگال کا ہے جو 14 اکتوبر 2020ء کو 60 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

معلم صاحب مرحوم نے 2002ء میں جامعۃ المبشرین قادیان میں چھ ماہ کی معلمین کی ٹریننگ حاصل کی اور 2020ء تک بطور عارضی بالمقطع معلم خدمت کرتے رہے۔ اس لحاظ سے معلم صاحب مرحوم کا عرصہ خدمت اٹھارہ سال بنتا ہے۔ مرحوم انتہائی مخلص، دین دار، اطاعت گزار، صوم وصلوٰۃ کے پابند، سلسلہ سے محبت رکھنے والے محنتی معلم تھے۔ مرحوم نے اپنی اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ بڑی دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے۔ تیسری بیٹی زیر تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر عطا فرمائے۔ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

تیسرا جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے پوتے، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کے بیٹے مکرم شاہد احمد خان پاشا صاحب کا ہے جو 26 اکتوبر کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ ہسپتال میں تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔ مکرم شاہد احمد خان صاحب کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی شادی مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ کے ساتھ، جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیٹی تھیں۔ ان سے 1962ء میں ہوئی اور ان کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کی وجہ سے مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھا تھا۔ پہلی شادی سے ان کے پانچ بچے ہیں، دو بیٹے اور تین بیٹیاں۔ دوسری شادی ان کی ثمینہ سعید صاحبہ بنت سعید صاحب مرحوم سے 1977ء میں ہوئی جن سے ان کا ایک بیٹا ہے۔ وہ آج کل امریکہ میں ہے۔

باقاعدہ ان کی کوئی جماعتی خدمات تو نہیں ہیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ بعض بیرونی دوروں میں ان کو جانے کی توفیق ملی اور وہاں خدمت کا ان کو موقع ملا۔ اور اسی طرح دوسری خوبی ان کی یہ بھی ہے، ان کی اہلیہ نے لکھا تھا کہ بڑے غریب پرور تھے۔ بہت سے غریبوں کا خرچ دیا کرتے تھے بلکہ ایک مکان بھی بنا کے دیا اور باقاعدگی سے غریبوں کی امداد کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

اگلا جنازہ مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب شیفیلڈ یوکے کا ہے جو 8 ستمبر کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد حضرت سید ناظم حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے سے آئی تھی جنہوں نے 1902ء میں بیس سال کی عمر میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سید مسعود احمد شاہ صاحب 1962ء میں یوکے آنے کے بعد مستقل طور پر شیفیلڈ میں رہائش پذیر تھے۔ شیفیلڈ میں جماعت قائم ہونے پر آپ کی رہائش گاہ کو پہلا نماز سینٹر بنایا گیا اور 1970ء تک آپ ہی صدر جماعت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں 1997ء سے لے کر آخر دم تک سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم خوش مزاج، مہمان نواز، شریف النفس، خدمت کے جذبے سے سرشار، غریبوں کے ہمدرد، ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ بے پناہ عقیدت کا تعلق تھا۔ آپ کی بیٹی ڈاکٹر عائشہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمیں جماعت اور خصوصاً خلافت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے رہتے اور ہر چھ ماہ بعد خلیفۃ المسیح سے ملاقات کی تلقین کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بیٹی اور اہلیہ کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ شاہ صاحب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو، ایک بیٹی کو، اہلیہ کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے، چاہئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کیلئے دردِ دل سے دُعا کرے کہ اللہ تعالےٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے

(ملفوظات، جلد 7، صفحہ 128)

طالب دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپور، صوبہ تامل ناڈو)

+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
Alam Associates
Architect & Engineers
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بنو قریظہ کی مشرکوں سے مل کر حملہ کیلئے تیاری اور اُس میں ناکامی

جیسا کہ اُوپر لکھا جا چکا ہے یہود نے مدینہ میں چوری چھپے داخل ہونے کی کوشش کی اور اس میں اُن کا جاسوس مارا گیا۔ جب یہود کو یہ معلوم ہوا کہ اُن کی سازش ظاہر ہوگئی ہے تو اُنہوں نے زیادہ دلیری سے عربوں کی مدد شروع کر دی۔ گو اجتماعی حملہ مدینہ کے پچھواڑے کی طرف سے نہیں کیا کیونکہ اُدھر میدان چھوٹا تھا اور مسلمانوں کی فوجوں کی موجودگی میں بڑا حملہ اُس طرف سے نہیں ہوسکتا تھا لیکن کچھ دن بعد دونوں فریق نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وقت مقررہ پر یہودیوں اور مشرکوں کے لشکر یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ مگر اُس وقت اللہ تعالیٰ کی تائید ایک عجیب طرح ظاہر ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے۔

نعیم نامی ایک شخص غطفان کے قبیلہ کا دل میں مسلمان تھا۔ یہ شخص بھی کفّار کے ساتھ آیا ہوا تھا لیکن اس بات کی انتظار میں تھا کہ اگر مجھے کوئی موقع ملے تو میں مسلمانوں کی مدد کروں۔ اکیلا انسان کر ہی کیا سکتا ہے۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ یہود بھی کفّار سے مل گئے ہیں اور اب بظاہر مسلمانوں کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو اِن حالات سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ بہرحال مجھے اس فتنہ کے دور کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ چنانچہ جب یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں فریق مل کر ایک دن حملہ کریں تو وہ بنو قریظہ کے پاس گیا اور اُن کے رؤساء سے کہا کہ اگر عربوں کا لشکر بھاگ جائے تو بتاؤ مسلمان تمہارے ساتھ کیا کریں گے؟ تم مسلمانوں کے معاہد ہو اور معاہدہ کر کے اس کے توڑنے کے نتیجہ میں جو سزا تم کو ملے گی اُس کا قیاس کر لو۔ اُن کے دل کچھ ڈرے اور اُنہوں نے پوچھا پھر ہم کیا کریں؟ نعیم نے کہا جب عرب مشترکہ حملہ کیلئے تم سے خواہش کریں تو تم مشرکین سے مطالبہ کرو کہ اپنے 70 آدمی ہمارے پاس یرغمال کے طور پر بھیج دو وہ ہمارے قلعوں کی حفاظت کریں گے اور ہم مدینہ کے پچھواڑے سے اُس پر حملہ کر دیں گے۔ پھر وہ وہاں سے ہٹ کر مشرکین کے سرداروں کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ یہ یہود تو مدینہ کے رہنے والے ہیں اگر عین موقع پر یہ تم سے غداری کریں تو پھر کیا کرو گے؟ اگر یہ مسلمانوں کو خوش کرنے کیلئے اور اپنے جرم کو معاف کروانے کیلئے تم سے تمہارے آدمی بطور یرغمال مانگیں اور اُن کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں تو پھر تم کیا کرو گے؟ تمہیں چاہئے کہ اُن کا امتحان لے لو کہ آیا وہ پکے رہتے ہیں یا نہیں اور جلد ہی اُن کو اپنے ساتھ باقاعدہ حملہ کرنے کی دعوت دو۔ کفّار کے سرداروں نے اس مشورہ کو صحیح سمجھتے ہوئے دوسرے دن یہود کو پیغام بھیجا کہ ہم ایک اجتماعی حملہ کرنا چاہتے ہیں تم بھی اپنی فوجوں سمیت کل حملہ کر دو۔ بنو قریظہ نے کہا کہ اوّل تو کل ہمارا سبت کا دن ہے اس لئے ہم اس دن لڑائی نہیں کر سکتے۔

دوسرے ہم مدینہ کے رہنے والے ہیں اور تم باہر کے۔ اگر تم لوگ لڑائی چھوڑ کر چلے جاؤ تو ہمارا کیا بنے گا۔ اس لئے آپ لوگ ہمیں ۷۰ آدمی یرغمال کے طور پر دیں گے تب ہم لڑائی میں شامل ہوں گے۔ کفّار کے دل میں چونکہ پہلے سے شبہ پیدا ہو چکا تھا اُنہوں نے اُن کے اِس مطالبہ کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تمہارا ہمارے ساتھ اتحاد سچا تھا تو اس قسم کے مطالبہ کے کوئی معنی نہیں۔ اِس واقعہ سے اُدھر یہود کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے لگے اِدھر کفّار کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے لگے اور جیسا کہ قاعدہ ہے جب شبہات دل میں پیدا ہو جاتے ہیں تو بہادری کی روح بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اِنہی شکوک و شبہات کو ساتھ لئے ہوئے کفّار کا لشکر رات کو آرام کرنے کیلئے اپنے خیموں میں گیا، تو خدا تعالیٰ نے آسمانی نصرت کا ایک اور راستہ کھول دیا۔ رات کو ایک سخت آندھی چلی جس نے قناتوں کے پردے توڑ دیئے۔ چولہوں پر سے ہنڈیاں گرادیں اور بعض قبائل کی آگیں بجھ گئیں۔ مشرکینِ عرب میں ایک رواج تھا کہ وہ ساری رات آگ جلائے رکھتے تھے اور اِس کو وہ نیک شگون سمجھتے تھے۔ جس کی آگ بجھ جاتی تھی وہ خیال کرتا تھا کہ آج کا دن میرے لئے منحوس ہے اور وہ اپنے خیمے اُٹھا کر لڑائی کے میدان سے پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ جن قبائل کی آگ بجھی اُنہوں نے اِس رواج کے مطابق اپنے خیمے اُٹھائے اور پیچھے کو چل پڑے تا کہ ایک دن پیچھے انتظار کر کے پھر لشکر میں آ شامل ہوں۔ لیکن چونکہ دن کے جھگڑوں کی وجہ سے سردارانِ لشکر کے دل میں شبہات پیدا ہو رہے تھے، جو قبائل پیچھے ہٹے اُن کے اِردگرد کے قبائل نے سمجھا کہ شاید یہود نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر شبخون مار دیا ہے اور ہمارے آس پاس کے قبائل بھاگے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے بھی جلدی جلدی اپنے ڈیرے سمیٹنے شروع کر دیئے اور میدان سے بھاگنا شروع کیا۔ ابوسفیان اپنے خیمہ میں آرام سے لیٹا تھا کہ اِس واقعہ کی خبر اُسے بھی پہنچی۔ وہ گھبرا کے اپنے بندھے ہوئے اُونٹ پر جا چڑھا اور اُس کو ایڑیاں مارنی شروع کر دی۔ آخر اُس کے دوستوں نے اسکو توجہ دلائی کہ وہ یہ کیا حماقت کر رہا ہے۔ اِس پر اُس کے اُونٹ کی رسّیاں کھولی گئیں اور وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت میدان سے بھاگ گیا۔

رات کے آخری ثلث میں وہ میدان جس میں پچیس ہزار کے قریب کفّار کے سپاہی خیمہ زن تھے وہ ایک جنگل کی طرح ویران ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ بتایا کہ تمہارے دشمن کو ہم نے بھگا دیا ہے۔ آپ نے حقیقت حال معلوم کرنے کیلئے کسی شخص کو بھیجنا چاہا اور اپنے اِردگرد بیٹھے ہوئے صحابہؓ کو آواز دی۔ وہ سردی کے ایام تھے اور مسلمانوں کے پاس کپڑے بھی کافی نہ ہوتے تھے۔ سردی کے مارے زبانیں تک جمی جا رہی تھیں۔ بعض صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی اور ہم جواب بھی دینا چاہتے تھے مگر ہم سے بولا نہیں گیا۔ صرف ایک حذیفہؓ تھے جنہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا تم نہیں مجھے کوئی اَور آدمی چاہئے۔ پھر آپ نے فرمایا کوئی ہے؟ مگر پھر سردی کی شدت کی وجہ سے جو جاگ بھی رہے تھے وہ جواب نہ دے سکے۔ حذیفہؓ نے پھر کہا میں یَارَسُوْلَ اللّٰہ! موجود ہوں۔ آخر آپ نے حذیفہؓ کو یہ کہتے ہوئے بھجوایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے دشمن کو ہم نے بھگا دیا ہے، جاؤ اور دیکھو کہ دشمن کا کیا حال ہے حذیفہؓ خندق کے پاس گئے اور دیکھا کہ میدان کُلّی طور پر دشمن کے سپاہیوں سے خالی تھا۔ واپس آئے اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور بتایا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ صبح مسلمان اپنے خیمے اُکھیڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف آنے شروع ہوئے۔

بنو قریظہ کو اُن کی غداری کی سزا

بیس دنوں کے بعد مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ مگر اب بنو قریظہ کا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ اُن کی غداری ایسی نہیں تھی کہ نظرانداز کی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آتے ہی اپنے صحابہؓ سے فرمایا گھروں میں آرام نہ کرو بلکہ شام سے پہلے پہلے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچ جاؤ اور پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا کہ وہ اُن سے پوچھیں کہ اُنہوں نے معاہدہ کے خلاف یہ غداری کیوں کی؟ بجائے اِس کے کہ بنو قریظہ شرمندہ ہوتے یا معافی مانگتے یا کوئی معذرت کرتے اُنہوں نے حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کی مستورات کو گالیاں دینے لگے اور کہا ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا چیز ہیں ہمارا اُن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ حضرت علیؓ اُن کا یہ جواب لے کر واپس لوٹے تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ یہود کے قلعوں کی طرف جا رہے تھے چونکہ یہود گندی گالیاں دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے متعلق بھی ناپاک کلمات بول رہے تھے حضرت علیؓ نے اِس خیال سے کہ آپ کو اُن کلمات کے سننے سے تکلیف ہوگی، عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں ہم لوگ اس لڑائی کیلئے کافی ہیں، آپ واپس تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں اور تم یہ نہیں چاہتے کہ میرے کان میں وہ گالیاں پڑیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا ہاں یَارَسُوْلَ اللّٰہ! بات تو یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا ہوا اگر وہ گالیاں دیتے ہیں، موسیٰ نبی تو اِن کا اپنا تھا اُس کو اِس سے بھی زیادہ اِنہوں نے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ یہود کے قلعوں کی طرف چلے گئے۔ مگر یہود دروازے بند کر کے قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اُن کی عورتیں بھی لڑائی میں شریک ہوئیں۔ چنانچہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کچھ مسلمان بیٹھے تھے کہ ایک یہودی عورت نے اُوپر سے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا لیکن کچھ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ لمبا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب اُن کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ ابولبابہ انصاری کو جو اُن کے دوست اور اوس قبیلہ کے سردار تھے اُن کے پاس بھجوائیں تا کہ وہ اُن سے مشورہ کر سکیں۔ آپ نے ابولبابہ کو بھجوا دیا۔ ان سے یہود نے یہ مشورہ پوچھا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس مطالبہ کو کہ فیصلہ میرے سپرد کرتے ہوئے تم ہتھیار پھینک دو، ہم یہ مان لیں؟ ابولبابہ نے منہ سے تو کہا ہاں! لیکن اپنے گلے پر اِس طرح ہاتھ پھیرا جس طرح قتل کی علامت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تک اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ابولبابہ نے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ اُن کے اِس جرم کی سزا سوائے قتل کے اور کیا ہوگی بغیر سوچے سمجھے اشارہ کے ساتھ اُن سے ایک بات کہہ دی جو آخر اُن کی تباہی کا موجب ہوئی۔ یہود اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مان لیتے تو دوسرے یہودی قبائل کی طرح اُن کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ اُن کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا جاتا، مگر اُن کی بدقسمتی تھی اُنہوں نے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کیلئے تیار نہیں، بلکہ ہم اپنے حلیف قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کا فیصلہ مانیں گے۔ جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ لیکن اُس وقت یہود میں اختلاف ہو گیا۔ یہود میں سے بعض نے کہا کہ ہماری قوم نے غداری کی ہے اور مسلمانوں کے رویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا مذہب سچا ہے وہ لوگ اپنا مذہب ترک کر کے اِسلام میں داخل ہو گئے۔ ایک شخص عمرو بن سعدی نے جو اس قوم کے سرداروں میں سے تھا اپنی قوم کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے غداری کی ہے کہ معاہدہ توڑا ہے۔ اب یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ۔ یہود نے کہا نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے کہ اس سے قتل ہونا اچھا ہے۔ پھر اُن سے اُس نے کہا میں تم سے بُری ہوں اور یہ کہہ کر قلعہ سے نکل کر باہر چل دیا۔ جب وہ قلعہ سے باہر نکل رہا تھا تو مسلمانوں کے ایک دستہ نے جس کے سردار محمد بن مسلمہؓ تھے اُسے دیکھ لیا اور اُس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں فلاں ہوں۔ اِس پر محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَۃَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ۔ یعنی آپ سلامتی سے چلے جایئے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے کبھی محروم نہ کیجیو۔ یعنی یہ شخص چونکہ اپنے فعل پر اور اپنی قوم کے فعل پر پچھتا تا ہے تو ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ اُسے معاف کر دیں اِس لئے میں نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جانے دیا ہے۔ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ ایسے ہی نیک کاموں کی توفیق بخشتا رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے محمد بن مسلمہؓ کو سرزنش نہیں کی کہ کیوں اُس یہودی کو چھوڑ دیا بلکہ اُس کے فعل کو سراہا۔ (باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 132 تا 138، مطبوعہ قادیان 2014ء)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(147) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے چوہدری حاکم علی صاحب نے کہ ایک دفعہ کسی ہندو نے اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم پر آگ کس طرح ٹھنڈی ہوگئی۔ اس اعتراض کا جواب حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول نے لکھا کہ آگ سے جنگ اور عداوت کی آگ مراد ہے۔ انہی ایام میں ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام چھوٹی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہم لوگ آپ کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت مولوی صاحب بھی پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے حضرت صاحب کو یہ اعتراض اور اسکا جواب جو مولوی صاحب نے لکھا تھا سنایا۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس تکلّف کی کیا ضرورت ہے ہم موجود ہیں ہمیں کوئی آگ میں ڈال کر دیکھ لے کہ آگ گلزار ہوجاتی ہے یا نہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ اعتراض دھرم پال آریہ مُرتد از اسلام نے کیا تھا اور حضرت مولوی صاحب نے اسکی کتاب ترک اسلام کے جواب میں نورالدین کتاب لکھی تھی۔ اس میں آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ آگ سے مراد مخالفوں کی دشمنی کی آگ ہے مگر حضرت صاحب تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں اس زمانہ میں ہم موجود ہیں ہمیں کوئی مخالف دشمنی سے آگ کے اندر ڈال کر دیکھ لے کہ خدا اس آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دوسرے موقعہ پر اس مفہوم کو اپنے ایک شعر میں بھی بیان فرمایا ہے۔

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

اور آپ کا ایک الہام بھی اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جس میں خدا تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ تو لوگوں سے کہہ دے کہ ’’آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔‘‘ خاکسار عرض کرتا ہے کہ چوہدری حاکم علی صاحب نے اس ذکر میں یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی شخص نے یہ تماشا دکھانا شروع کیا کہ آگ میں گھس جاتا تھا اور آگ اسے ضرر نہ پہنچاتی تھی۔ اس شخص نے مخالفت کے طور پر حضرت صاحب کا نام لے کر کہا کہ ان کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے اگر سچے ہیں تو یہاں آجاویں اور میرے ساتھ آگ میں داخل ہوں کسی شخص نے یہ بات باہر سے خط میں مجھے لکھی اور میں نے وہ خط حضرت صاحب کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شعبدہ ہے ہم تو وہاں جا نہیں سکتے مگر آپ لکھ دیں کہ وہ یہاں آجاوے۔ پھر اگر میرے سامنے وہ آگ میں داخل ہوگا تو زندہ نہیں نکلے گا۔ چنانچہ میں نے آپ کا یہ جواب لکھ دیا مگر وہ نہیں آیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نادان لوگ بعض اوقات ایسی باتوں سے خدائی قدرت نمائیوں کے متعلق شکوک میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ خدائی باتوں میں خدائی جلوے ہوتے ہیں جو خدا کے چہرہ کو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں مگر انسان خواہ اپنے علم سے کیا کچھ بنالے مگر پھر بھی حالات کا مطالعہ کرنے والوں کو انسانی کاموں میں انسان سے بڑھ کر کوئی چہرہ نظر نہیں آسکتا چنانچہ بعض اوقات ایک ہی بات ہوتی ہے مگر جب وہ خدا کی طرف سے آتی ہے تو اور شان رکھتی ہے اور انسان کی طرف سے آتی ہے تو اور شان رکھتی ہے۔ اسی مثال میں ظاہر ہورہا ہے کہ کس طرح خدائی قدرت نمائی کے سامنے انسانی طلسم پر پانی پھر گیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ شخص بھی حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے شعبدہ بازوں کی طرح کوئی شعبدہ دکھاتا ہوگا۔ مگر مسیح موعود پر اس معاملہ میں خدا کا فضل موسیٰؑ سے بڑھ کر معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہاں تو انسانی طلسم کو مٹانے کیلئے موسیٰ کو کچھ دکھانا پڑا اور یہاں صرف دکھانے کا نام لینے پر ہی طلسم پاش پاش ہوگیا اور دشمن کو سامنے آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی فالحمد للہ علی ذالك۔

(148) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا ہم سے حافظ روشن علی صاحب نے کہ جب منارۃ المسیح کے بننے کی تیاری ہوئی تو قادیان کے لوگوں نے افسران گورنمنٹ کے پاس شکایتیں کیں کہ اس منارہ کے بننے سے ہمارے مکانوں کی پردہ دری ہوگی۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ڈپٹی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسجد مبارک کے ساتھ والے حجرہ میں ملا۔ اس وقت قادیان کے بعض لوگ جو شکایت کرنے والے تھے وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سے ڈپٹی کی باتیں ہوتی رہیں اور اسی گفتگو میں حضرت صاحب نے ڈپٹی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ بڈھامل بیٹھا ہے آپ اس سے پوچھ لیں کہ بچپن سے لے کر آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اسے فائدہ پہنچانے کا مجھے کوئی موقعہ ملا ہو اور میں نے فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی کی ہو اور پھر اسی سے پوچھیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف دینے کا اسے کوئی موقعہ ملا ہو تو اس نے مجھے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ میں اس وقت بڈھامل کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے شرم کے مارے اپنا سر نیچے اپنے زانوؤں میں دیا ہوا تھا۔ اور اسکے چہرہ کا رنگ سپید پڑ گیا تھا اور وہ ایک لفظ بھی منہ سے نہیں بول سکا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بڈھامل قادیان کے آریوں کا ایک ممتاز رکن ہے اور اسلام اور اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے اور آج تک زندہ اور يَمُدُّهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ کا مصداق ہے۔

(149) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان فرمایا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے کہ لالہ بھیم سین صاحب سیالکوٹی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت اچھے تعلقات تھے حتّٰی کہ آخری ایام میں بھی مَیں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کبھی کچھ روپے کی ضرورت ہوتی تھی تو ان سے بطور قرض منگا لیتے تھے چنانچہ وفات سے دو تین سال قبل ایک دفعہ حضرت صاحب نے لالہ بھیم سین صاحب سے چند سو روپیہ بطور قرض منگوایا تھا۔ حالانکہ اپنی جماعت میں بھی روپیہ دے سکنے والے بہت موجود تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ لالہ بھیم سین صاحب سے ابتداءً ملازمت سیالکوٹ کے زمانہ میں حضرت صاحب کے تعلقات پیدا ہوئے اور پھر یہ رشتہ محبت آخر دم تک قائم رہا۔ لالہ صاحب حضرت صاحب کے ساتھ بہت عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی روایت ہے کہ جن ایام میں جہلم کا مقدمہ دائر ہوا تھا لالہ بھیم سین صاحب نے حضرت صاحب کو تار دیا تھا کہ میرے لڑکے کو جو بیرسٹر ہے اجازت عنایت فرماویں کہ وہ آپ کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کرے مگر حضرت صاحب نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جس لڑکے کی خدمات لالہ صاحب نے پیش کی تھیں ان کا نام لالہ کنور سین ہے جو ایک لائق بیرسٹر ہیں اور گذشتہ دنوں میں لاء کالج لاہور کے پرنسپل تھے اور آجکل کسی ریاست میں چیف جج کے معزز عہدہ پر ممتاز ہیں۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بیان فرماتے ہیں کہ جو چھت گرنے کا واقعہ ہے اس میں بھی غالباً لالہ بھیم سین صاحب شریک تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ لالہ بھیم سین صاحب موصوف امتحان مختاری کی تیاری میں بھی حضرت صاحب کے ساتھ شریک تھے۔ چنانچہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہو کر مختار بن گئے۔ مگر آپ کیلئے چونکہ پردہ غیب میں اور کام مقدر تھا اس لئے آپ کو خدا نے اس راستہ سے ہٹا دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ لالہ بھیم سین صاحب کی کامیابی کے متعلق بھی حضرت صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ جتنے لوگوں نے امتحان دیا ہے ان میں سے صرف لالہ بھیم سین صاحب پاس ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(151) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے حافظ روشن علی صاحب نے کہ حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے کسی شخص سے ایک زراعتی کنواں ساڑھے تین ہزار روپیہ میں رہن لیا مگر میں نے اس سے نہ کوئی رسید لی اور نہ کوئی تحریر کروائی اور کنواں بھی اسی کے قبضے میں رہنے دیا کچھ عرصہ کے بعد میں نے اس سے کنوئیں کی آمد کا مطالبہ کیا تو وہ صاف منکر ہوگیا اور رہن کا ہی انکار کر بیٹھا۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ کسی نے یہ خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچا دی اور مولوی صاحب کے نقصان پر افسوس کیا مگر حضرت صاحب نے فرمایا تمہیں ان کے نقصان کی فکر ہے مجھے ایمان کی فکر ہے مولوی صاحب نے کیوں دوسرے شخص کو ایسی حالت میں رکھا جس سے اس کو بد دیانتی کا موقعہ ملا اور کیوں اسلامی حکم کے مطابق اس سے کوئی تحریر نہ لی اور کیوں اس سے باقاعدہ قبضہ نہ حاصل کیا؟

(152) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ گو قادیان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابتدا سے ہی گوشہ تنہائی کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن پھر بھی قادیان کے بعض ہندوؤں کی آپ سے اچھی ملاقات تھی چنانچہ لالہ شرم پت اور لالہ ملاوامل سلسلہ بیعت سے بہت پہلے کے ملاقاتی تھے ان سے حضرت صاحب کی اکثر مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی اور باوجود متعصب آریہ ہونے کے یہ دونوں آپ سے عقیدت بھی رکھتے تھے اور آپ کے تقدس اور ذاتی طہارت کے قائل تھے۔ ابتداءً لالہ ملاوامل کے تعلقات بہت زیادہ تھے چنانچہ ہماری والدہ صاحبہ کی شادی کے موقعہ پر لالہ ملاوامل حضرت صاحب کے ساتھ دہلی گئے تھے مگر بعد میں اس کا آنا جانا کم ہوگیا کیونکہ یہ سخت متعصب آریہ تھا اور آریوں کو حضرت صاحب کے ساتھ سخت عداوت ہوگئی تھی چنانچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت صاحب کا الہام ’’یہودا اسکر یوطی‘‘ ملاوامل ہی کے متعلق ہے۔ مگر لالہ شرم پت کے تعلقات حضرت اقدس کے ساتھ آخر تک قریباً ویسے ہی رہے۔ لالہ ملاوامل اب تک بقید حیات ہے مگر لالہ شرم پت کئی سال ہوئے فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کئی تحریرات میں ان ہر دو کو اپنی بعض پیشگوئیوں کی تصدیق میں شہادت کیلئے مخاطب کیا ہے اور ان کو بار بار پوچھا ہے کہ اگر تم نے میری فلاں فلاں پیشگوئیاں پوری ہوتی مشاہدہ نہیں کیں تو حلف اٹھا کر ایک اشتہار شائع کرو اور دوسرے آریوں کو بھی ابھارا ہے کہ ان سے حلفیہ بیان شائع کرواؤ مگر یہ دونوں خاموش رہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ والی انگوٹھی تیار کروانی چاہی تو اس کیلئے بھی آپ نے لالہ ملاوامل کو روپیہ دے کر امرتسر بھیجا تھا۔ چنانچہ لالہ ملاوامل امرتسر سے یہ انگوٹھی قریباً پانچ روپے میں تیار کروا کر لائے تھے۔ حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں نے ایسا اس لئے کیا تھا تا کہ لالہ ملاوامل اس الہام کا پوری طرح شاہد ہو جاوے چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی کتب میں اس پیشگوئی کی صداقت کے متعلق بھی لالہ ملاوامل کو شہادت کیلئے بلایا ہے۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT

طالبِ دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695

#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

ایک مسلمان کیلئے سب سے بڑی دولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے، یہی حقیقی عید ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں عید منانے والوں کی تین حالتوں نیز حقیقی عید کی گہرائی، حکمت اور فلسفے کا بیان

اسیرانِ راہِ مولیٰ کی رہائی، امتِ مسلمہ اور دنیا میں قیامِ امن کیلئے دعا کی تحریک

انسان کو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کا صحیح فہم و ادراک دلوائیں تا کہ دنیا سے تاریکی کے بادل چھٹ جائیں، ہدایت کا سورج دنیا کو اپنی نورانی کرنوں سے جگمگا دے

خدا کی حقیقی بندگی دنیا میں قائم ہو جائے تبھی ہماری عیدیں حقیقی عیدیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عید دیکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے

دنیا کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی کوشش اور اس کے ساتھ دعاؤں کی بہت زیادہ ضرورت ہے
ہر احمدی کو اپنے اس فرض کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور اسے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے

یاد رکھنا چاہیے کہ عید اصل میں خوشی کا نام ہے اور خوشی اس وقت ہوتی ہے جب انسان کسی کام میں کامیابی حاصل کرے

خدا تعالیٰ سے تعلق کا ثبوت انسان کے کھانوں یا فاقے پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے محبت کا ثبوت خدا تعالیٰ کے سلوک پر ہے

خطبہ عید الفطر سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24/مئی 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعے پر ایک عید پر یہ مضمون بیان فرمایا تھا کہ عید منانے والے لوگوں کی مختلف قسم کی عیدیں ہوتی ہیں اور ان قسموں کے مطابق پھر عید کی بھی قسمیں بن جاتی ہیں۔ اور پھر وہ کون سی قسمیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھی قبول فرماتا ہے یعنی حقیقی عید ان کی کس طرح ہوتی ہے۔ اس سے عید کی گہرائی، حکمت اور فلسفے کی بھی سمجھ آتی ہے۔ اپنی اصلاح اور حقیقی عید منانے کی کوشش کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے۔ بہرحال اس مضمون سے استفادہ کرتے ہوئے آج میں اسی حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔

انسان کی زندگی عادات کا اور جذبات کا مجموعہ ہے۔ یعنی زیادہ تر حصہ انسانی زندگی میں انہی دو چیزوں کا ہے۔ خاص طور پر اپنی معاشرتی زندگی گزارنے کیلئے اور مذہبی زندگی گزارنے کیلئے معاشرے کے رسم و رواج اور بہت سے کام انسان جذبات اور عادات کے زیر اثر ہی کر رہا ہوتا ہے۔ عید کے متعلق بھی بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت میں اس کی صحیح روح کو نہیں جانتے اور ایک عادت کے مطابق مناتے ہیں۔ ماں باپ کو عید مناتے دیکھا، جس ماحول میں رہے انہیں عید مناتے دیکھا، اس لیے عید مناتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور خدا اور رسول کا یہ حکم ہے کہ عید مناؤ۔ یا دوسری مذہبی باتیں کہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ ان باتوں کو سن سن کر بعض الفاظ انسان بولتا ہے۔ اس ماحول کی وجہ سے عادتاً بولتا ہے۔ قطع نظر اسکے کہ اس بات کو جانے کہ اس کی حقیقت کیا ہے، ہم کیا کہہ رہے ہیں، کیوں کہہ رہے ہیں، کیا باتیں ہم کر رہے ہیں، کیوں کر رہے ہیں، انکی حکمت کیا ہے۔ عید کے دن اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ نہا دھو کر، اچھے کپڑے پہن کر عید گاہ پہنچ جائیں۔ آج کل تو وہ بھی پابندیاں ہیں اور آج کے دن تو گھروں میں ہی لوگ نہا دھو کر عید منا رہے ہیں۔ بعض جگہوں پہ مسجدوں میں restricted اجازت ہے، کچھ پابندی کے ساتھ اجازت ہے وہاں عیدیں پڑھی بھی گئی ہیں یا پڑھی جائیں گی۔ بہرحال اس بات پر غور نہیں کرتے کہ عید کا مقصد کیا ہے اور عید کیا چیز ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں اور کیا آج جب ہم عید منا رہے ہیں ہماری عید ہوئی بھی ہے یا نہیں؟

یاد رکھنا چاہیے کہ عید اصل میں خوشی کا نام ہے اور خوشی اس وقت ہوتی ہے جب انسان کسی کام میں کامیابی حاصل کرے۔ اگر کامیابی نہیں تو کون عقل مند ہے جو خوش ہوگا بلکہ الٹا ناکامی پر روئے گا۔ پس عید کو بھی ہمیں اسی طرح دیکھنا ہوگا۔ جب کوئی عید مناتا ہے تو اصل میں وہ اپنی کامیابی کا دعویٰ کر رہا ہوتا ہے۔ جب یہ کامیابی کا دعویٰ ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا حقیقت میں کامیابی ہے اور کیا اس کامیابی کی وجہ سے اسے حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ عید منائے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک دن ہم عید کا مقرر کر کے اس دن ہم اچھے کپڑے پہن لیں، کھانا پینا اچھا کر لیں، ظاہری طور پر رونق لگا لیں، شور شرابا کر لیں، دعوتیں کھا لیں اور کھلا دیں۔ ان سب چیزوں میں ہم کچھ نہ کچھ خرچ کرتے ہیں۔ یہ سارے کام مفت نہیں ہوتے۔ تو جس عید پر ہم صرف خرچ کرتے ہیں اور وہ ہمیں کچھ دے کر نہیں جاتی تو پھر وہ عید نہیں ہو سکتی۔ یا کچھ حاصل بھی کیا تو وقتی خوشی۔ عید تو وہ ہے جو ہمیں کچھ دے کر جائے اور وہ باطنی عید ہے۔ اندرونی عید ہے۔ دلی عید ہے۔ وہ عید ہے جو ہماری روح کو سیراب کرے، جو ہمیں کچھ دے۔ اور ایک مسلمان کیلئے سب سے بڑی دولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے اور ہونا چاہئے اور یہی حقیقی عید ہے کیونکہ اس میں کامیابی نظر آ رہی ہے۔ روزوں کے بعد یہ عید اللہ تعالیٰ نے اس لیے رکھی ہے تا کہ یہ خوشخبری دے کہ روزے قبول ہو گئے۔ پس عید پر ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا حقیقت میں ہمارے روزے قبول ہو گئے؟ کیا واقعی میں خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دی اور کیا واقعی میں ہماری عبادت قبول بھی ہو گئی؟ کیا پتہ کہ جس عبادت کی ہمیں توفیق ملی وہ قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ کئی عبادتیں قبول نہیں ہوتیں۔ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ اس نے پھر جلدی جلدی نماز پڑھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ اس نے پھر نماز پڑھی پھر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تو اس پر اس شخص نے کہا کہ کس طرح نماز پڑھوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستگی اور سکون سے نماز پڑھو۔ یہ اصل نماز ہے پس اس کو ہمیں پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ حقوق العباد ادا نہیں کرتے ان کی نمازیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔

پس جس طرح نمازیں قبول نہیں ہوتیں اسی طرح بعض روزے داروں کے روزے بھی قبول نہیں ہوتے۔ روزوں میں حقوق اللہ کے ساتھ جو حقوق العباد کرنے کا خاص طور پر حکم ہے اگر وہ ہم نے ادا نہیں کیے تو کس طرح روزے قبول ہوں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو بیماری اور معذوری کی وجہ سے روزے رکھنے کی رخصت ہے، مجبوری ہے اور یہ اجازت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے لیکن کیونکہ وہ باقی فرائض اور نوافل اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے ادا کر رہے ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو روزے نہ رکھنے کے باوجود ثواب سے محروم نہیں رکھتا۔ ایسے لوگ تو عید بھی اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے منا رہے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر نظر کر کے ان کے کھاتے میں حقیقی عید کی خوشیاں لکھ رہا ہوتا ہے۔ بعض لوگ روزے کی طاقت ہونے کے باوجود روزہ نہیں رکھتے اور افطاری ایسے ذوق شوق سے کرتے ہیں جیسے سب سے زیادہ ان کو ہی روزے کی کمزوری

ارشادِ نبوی ﷺ
اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ (اربعین اطفال)
(دعا ہی تو اصل عبادت ہے)
طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

ہو رہی ہے اور پوچھو تو کہتے ہیں کہ روزہ تو فلاں فلاں عذر کی وجہ سے نہیں رکھا، نمازیں بھی کاروباری یا کام کی مصروفیت کی وجہ سے ٹھیک طرح نہیں پڑھ سکا، نوافل بھی ادا کرنے کیلئے نہیں اٹھ سکا نیند بڑی آ جاتی ہے، نیند کا غلبہ آ جاتا ہے، فلاں احکام بھی ادا نہیں کر سکتا۔ اگر افطاری بھی نہ کھاؤں تو بالکل ہی کافر ہو جاؤں۔ اس حوالے سے لوگوں نے مختلف لطیفے بھی بنائے ہوئے ہیں اور سوشل میڈیا پر یہ لطیفے آج کل پھیلے بھی ہوئے ہیں اور پرانے زمانے سے ہی پھیلے ہوئے ہیں۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ یہ صرف لطیفہ ہی نہیں ہے حقیقت میں ایسے لوگ ہوتے ہیں اور عید والے دن بھی سب سے پہلے آ کر شامل ہو جاتے ہیں کہ عید کے منانے کا سب سے زیادہ ادراک شاید صرف انہیں ہی ہے لیکن اس قسم کے دھوکوں کے ساتھ خدا تعالیٰ دھوکے میں نہیں آ سکتا، نہ ہی ہمارے نفس کو اسکا کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ پس ہمیں اپنے دلوں پر غور کرنا چاہئے۔ یہ غور کرنا چاہئے کہ ہماری عید کیسی ہے؟

عیدیں عموماً تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو اُس شخص کی عید ہے جس نے اپنے رب سے ملنے کی کوشش کی۔ اخلاص سے عبادت کی۔ محبتِ الٰہی کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کی۔ دلی صفائی کے ساتھ خدا سے اور اسکے بندوں سے صلح کی۔ نمازیں پڑھیں اور صرف خدا کیلئے پڑھیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی اسلامی تعلیم کی روشنی میں ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہوں نہ کہ ذاتی اغراض کیلئے، نہ ہی دوسروں کو دکھانے کیلئے۔ روزے رکھے تو صرف خدا تعالیٰ کی خاطر، دوسروں کو دکھانے کیلئے نہیں۔ خدا تعالیٰ کیلئے رکھے جانے والے روزے جو ہیں ان کی جزا بھی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ ہر روزے کی جزا نہیں ہوتا۔ دکھاوے کے روزوں کی اللہ تعالیٰ جزا نہیں ہوتا۔ جس میں یہ خواہش ہو کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا روزے دار ہے تو پھر تو وہ لوگوں کیلئے روزے ہوئے۔ ذکرِ الٰہی کیا تو محض خدا کیلئے کیا۔ اس لیے نہیں کیا کہ لوگ کہیں کہ اس کے ہونٹ ہر وقت ذکر الٰہی میں ہلتے رہتے ہیں۔ صدقہ و خیرات دیا تو صرف اس لیے دیا کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو، لوگوں پر احسان جتانے یا نیک نامی حاصل کرنے کیلئے نہیں۔ حج کیا تو محض حاجی کہلانے یا سیر کرنے کیلئے نہیں بلکہ محض اس لیے کہ خدا اس سے راضی ہو جائے۔ تبلیغ کی تو اس لیے نہیں کہ لوگ کہیں گے کہ بڑی تبلیغ کرتا ہے، بڑا اچھا مبلغ ہے اور اس کام کیلئے بھی تعریف اس کی غرض ہو بلکہ اس لیے تبلیغ کرے کہ چاہے لوگ مجھے اچھا کہیں یا برا کہیں میں خدا تعالیٰ کے پیغام کو اس کے حکم کے مطابق پھیلاتا چلا جاؤں گا۔ پس ایسے شخص نے خدا کو پالیا اور اسکے خدا نے بھی اپنے گمشدہ بندے کو ڈھونڈ لیا اور جدائی اور فراق کی گھڑیاں کٹ گئیں۔ دو بچھڑے ہوئے ملے۔ عاشق اپنے معشوق کی صحبت میں بیٹھ گیا۔ ایسے بندوں کی آج بھی عید ہے اور کل بھی بلکہ ایسے بندے کی ہمیشہ عید ہوتی ہے۔ ایسی عید کرنے والوں میں جو خدا کا قرب پانے والے ہیں ایسے بھی ہیں جن کے چہرے بظاہر مرجھائے ہوئے لگتے ہیں، صحت کی حالت بھی اچھی نہیں ہے، غربت کی بھی انتہا ہے، دنیاوی لحاظ سے بہت خراب حالت ہے اور دیکھنے والا ان کی ظاہری حالت دیکھ کر نہیں سمجھ سکتا کہ یہ عید منا رہے ہیں یا انہوں نے بھی عید منائی ہو گی۔ اچھے کپڑے پہننے والا اور اچھے کھانے کھانے والا ان کو دیکھ کر کہتا ہے کہ ان غربت کے مارے ہوؤں کی بھی کوئی عید ہے۔ حالانکہ عید انہی کی ہے۔ جس وقت یہ دنیا دار لوگ اپنے زعم میں اپنی آسائشوں آراموں اور اچھے کھانوں کو ہی حقیقی عید سمجھ رہے ہوتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں اس وقت غریب مسکین اور کمزور نظر آنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ خود اپنے پاس سے کھلا رہا ہوتا ہے۔ ایک دنیا دار کہے گا کہ کیا یہ سوکھی روٹی اور معمولی کھانا اسے خدا کھلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صرف اتنی پہنچ ہے۔ یہ تو سوچ کی بات ہے۔ وہ غریب سمجھتا ہے کہ یہ روکھی سوکھی روٹی جو مجھے مل رہی ہے یہ خدا کے فضل سے مل رہی ہے۔ آج جو میں نے پیٹ بھرا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرا ہے اور اس پر وہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس ذریعے سے وہ خدا تعالیٰ کے اَور قریب ہوتا ہے اور یہی مسکینی اور غربت اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اسے اس مقام پر لے جاتی ہے جو عید کا مقصد ہونا چاہیے۔ دنیا دار تو ظاہری آسائشوں کے ساتھ دنیا داری کی عید میں ڈوب کر وقتی خوشی کے سامان کر کے پھر دنیاداری کے دھندوں کی بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن یہ مسکین شخص اللہ تعالیٰ کی لِقا حاصل کر کے دائمی عید کے سامان کر رہا ہوتا ہے جو اگلے جہان کی زندگی میں بھی عید کے سامان کرے گی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ عید صرف ان غریبوں اور مسکینوں کی ہے۔ یہ عیدیں جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رضا پانے والے ان مقرّب بندوں کی بھی ہیں، ان لوگوں کی بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے، جن کے ظاہری لباس بھی اچھے ہیں، جنہیں کھانے بھی اچھے نصیب ہوتے ہیں اور جو سنت نبوی کے مطابق خوشبو بھی لگاتے ہیں اور بڑی اچھی اچھی خوشبوئیں لگاتے ہیں اور یہ ظاہری زیب و زینت جو ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب بھی باطنی طور پر انہیں حاصل ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے جہاں خود فیض حاصل کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے اس کے بندوں کے بھی حق ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے وہ کس کو کس طرح نوازتا ہے، کس ذریعے سے اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو کانٹوں سے گزارتے ہوئے بھی اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی بندے کو پھولوں کی سیج پر سے گزارتے ہوئے اپنے پاس جگہ دیتا ہے۔ وہ بیوقوف ہے جو یہ کہتا ہے کہ کانٹوں پر سے چل کر آنے والا ہی خدا رسیدہ اور مقبول ہے اور وہ بھی بیوقوف ہے جو یہ کہتا ہے کہ پھولوں کی سیج پر چل کر آنے والا ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات ہیں اسی طرح اسکے پاس پہنچنے کے راستے بھی مختلف ہیں۔ بعض لوگ اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اعتراض کر دیتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ آپ ایک دفعہ اس مکان کے قریب سے گزر رہے تھے جو مسجدِ اقصیٰ سے ملحق ہے۔ قادیان کے رہنے والے اسے جانتے ہیں یا وہاں گئے ہوئے لوگ بھی جانتے ہوں گے یہ ڈپٹیوں کا مکان کہلاتا تھا۔ اب غالباً یہ مسجد اقصیٰ میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ خرید لیا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وقت میں وہاں سلسلہ کے دفاتر بھی قائم ہو گئے تھے۔ جماعت نے خرید کے وہاں دفاتر قائم کر دیے تھے۔ اب تو شاید بدل دیا ہے۔ میرا خیال ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں مسجد کا حصہ آ گیا ہے۔ بہرحال مکان کا مالک جو ہندو تھا اور ڈپٹی رہ چکا تھا حضرت خلیفہ اولؓ سے کہنے لگا کہ مَیں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ آپؓ نے فرمایا بے شک پوچھو۔ اس نے کہا مَیں نے سنا ہے کہ مرزا صاحب پلاؤ اور بادام روغن بھی کھا لیتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرمانے لگے کہ مَیں نے اسے کہا کہ ہاں کھا لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ چیزیں پاک اور طیب ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اور انہیں کھانا جائز ہے۔ اس پر بڑے افسوس والی شکل بنا کر کہنے لگا کہ فقیراں نوں وی جائز اے؟ آپ نے کہا ہاں فقیراں نوں وی جائز اے۔ جو اللہ والے لوگ ہیں ان کو بھی جائز ہے۔ تب وہ خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے سے یہی تاثر تھا کہ اس کو یہ بات کچھ بھائی نہیں۔ تو اس کے نزدیک بزرگی کا یہی معیار تھا کہ عمدہ چیزیں نہ کھائی جائیں۔ تو دنیا میں لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا رسیدہ لوگوں کی یہ علامات ہیں کہ دنیا سے بالکل کٹ جائیں حالانکہ اصل چیز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوں اور اسے حاصل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ عمدہ کھلائے پہنائے تو پہنیں اور کھائیں۔ اللہ تعالیٰ غربت اور مسکینی سے گزار کر قرب دینا چاہے تو اس امتحان میں بھی پورا اتریں۔ پس نہ اچھا کھانا خدا کی محبت کا ثبوت ہے اور نہ فاقہ کرنا اسکے قرب کی دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں آپؐ کا ہر پہلو نظر آتا ہے۔ آپؐ کے فاقوں کی مثالیں بھی ملتی ہیں اور عام کھانے کھانے کی مثالیں بھی ملتی ہیں اور عمدہ کھانے کھانے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا قرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا وہ کسی کو نہ کبھی ملا نہ مل سکتا ہے۔ پس آپؐ کے نمونے اور اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ اگر صرف خراب کھانا کھانا یا فاقے کرنا ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے تو پھر کیا لاکھوں کروڑوں انسان ایسے نہیں جو فاقے کرتے ہیں لیکن ان کا خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق نہیں ہے اور لاکھوں کروڑوں انسان ایسے بھی ہیں جو اچھے کھانے کھاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی محبت سے محروم ہیں۔ پس خدا تعالیٰ سے تعلق کا ثبوت انسان کے کھانوں یا فاقے پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے محبت کا ثبوت خدا تعالیٰ کے سلوک پر ہے۔ یہ یاد رکھنے والی چیز ہے۔ نہ امارت سے یہ محبت ملتی ہے نہ صرف غربت سے ملتی ہے۔ امارت نے بہت سے فرعون پیدا کیے، جہاں امیر لوگوں میں بہت سے فرعون بھی پیدا ہوئے وہاں غربت نے بہت سے کافر بھی بنا دیے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ فَقر و فاقہ انسان کو کافر بنا دے۔ پس اصل راہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کسی کو فاقے کے ذریعے اپنا قرب عطا کرنا چاہے تو فاقہ اختیار کرنا ہی اصل نیکی ہے اگر کھانا کھلانا چاہے تو کھانا کھانا ہی خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے۔ پس وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور محبت کا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ بظاہر یہاں اس دنیا میں ہمیں نظر آتے ہیں ہمارے اندر ہی پھر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کی حقیقی عید ہوتی ہے۔

پھر دوسری قسم کے لوگوں کی عید ہے جنہوں نے اپنی توفیق کے مطابق عمدہ کھانے بھی کھائے، اچھے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

صبر یہی ہے کہ ثابت قدم رہو، یہ سختیاں اور تنگیاں تم پر وارد کی جارہی ہیں ان کے خلاف کسی بھی دنیاوی مدد کی بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 / نومبر 2007ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی کو تسلّی رکھنی چاہئے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید ہمیشہ اپنے پیارے کی جماعت کے ساتھ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 / نومبر 2007ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

کپڑے بھی پہنے، عطر اور خوشبو بھی لگائی، عید کے تحفے بھی دیے اور وصول بھی کیے۔ وہ خوش بھی ہیں کہ انہیں ظاہری طور پر عید مل گئی لیکن وہ عید ان سے اتنی ہی دور ہے جتنا مشرق مغرب سے دور ہے مگر باوجود اس کے وہ خوش ہیں اور باوجود اسکے وہ عید کی خوشیوں میں شامل ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے مثال دی ہے کہ ان کی خوشی بالکل اس بچے کی سی ہے جو نادانی سے ایک سانپ کو دیکھتا ہے اور اسکی چمکیلی آنکھوں کو دیکھ کر اسے کھلونا سمجھتا ہے۔ تب وہ محبت اور پیار سے اسے پکڑ لیتا ہے۔ اگر سانپ نہ ملے بعض دفعہ بچے پکڑ بھی لیتے ہیں اور سمجھتا ہے کہ مجھے بڑی اچھی چیز حاصل ہو گئی حالانکہ جس وقت وہ خوشی سے جھوم رہا ہوتا ہے جس وقت وہ مسرت اور انبساط سے اپنے جامے میں پھولا نہیں سماتا اس وقت سانپ کا زہر جو اسے ایک منٹ میں اس جہان سے اگلے جہان میں پہنچانے والا ہوتا ہے اس کے بدن میں سرایت کر رہا ہوتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ تھوڑی دیر میں اس کی تمام خوشی جاتی رہے گی، اسکی تمام مسرتیں خاک میں مل جائیں گی اور وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ یہی مثال اس شخص کی ہوتی ہے جو خوش ہوتا ہے اور شاید اپنی نادانی میں ان خدا رسیدہ لوگوں سے بھی زیادہ خوش ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر چکے ہوتے ہیں مگر یہ نادانی اور غفلت کی جو خوشی ہے بے شک اس کے خیال میں یہ عید ہے لیکن ماتم کی پیش خبری ہے، افسوس ناک خبر کی پیش خبری ہے۔ پس جو خدا کو بھول کر، اسکے حقوق بھول کر اس کی مخلوق کے حقوق بھول کر صرف اپنی اور اپنے قریبیوں کی خوشی کر رہے ہوتے ہیں اور عید منا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کو مول لے کر اپنی دنیا اور عاقبت خراب کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کچھ پاتے نہیں بلکہ کھوتے ہیں اور ایسے لوگوں کی عید حقیقی عید نہیں کہلا سکتی۔

اسکے علاوہ کچھ اَور لوگ ہیں، یہ دونوں قسمیں جو بیان کی ہیں ایک وہ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم بھی عید منا رہے ہیں یعنی خدا رسیدہ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ عید منا رہے ہیں اور دوسرے نیک لوگ بھی جو حقوق کو ادا کر رہے ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں ہم عید منا رہے ہیں۔ اور اسی طرح دوسری قسم بھی ہے جو میں نے بیان کی جنہیں حقیقی عید نصیب نہیں ہوئی اور دھوکے میں سمجھتے ہیں کہ ہم عید منا رہے ہیں۔ لیکن ایک تیسری قسم بھی ہے۔ یہ تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو ان دونوں سے بالکل مختلف ہیں، الگ قسم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ ہم گناہ گار ہیں، ان کو احساس ہے، جو دل میں خیال کرتے ہیں کہ روزے تو رکھے لیکن روزوں کا حق ادا نہیں کیا، دل میں ایک شرمندگی ہے۔ جو نمازیں بھی پڑھتے ہیں لیکن دل میں شرمندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی شرطوں کے مطابق نماز نہیں ادا کر سکے۔ ایسے لوگوں میں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ آج بھی عید پر شاید ایک رسم اور لوگوں کو دکھانے کیلئے عمدہ لباس پہن کر مجلس میں آ گیا ہوں اور عمدہ کھانا بھی کھا رہا ہوں مگر اسکا دل رو رہا ہوتا ہے، اس کا دماغ پریشان ہے۔ اس کی ایک نظر اپنے بھائیوں پر پڑتی ہے اور ایک نظر اپنے تاریک دل پر ڈالتا ہے۔ ہر تَر لقمہ، ہر وہ لقمہ جس کو اپنے مزے میں کھانے کے لحاظ سے بھرپور لقمہ کہہ سکتے ہیں اسے جھنجھوڑتا ہے اور اسکے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ اچھے سفید کپڑے تو پہنے ہوئے ہیں لیکن انہیں دیکھ کر اسکا دل روتا ہے کہ کاش میرا اندرونہ بھی ایسا ہی صاف ہوتا۔ اپنے بھائی پر نظر پڑے تو اپنی کمزوریاں اَور اُبھر کر سامنے آ جاتی ہیں، خاص طور پر ان لوگوں کو دیکھ کر جن کا اللہ تعالیٰ سے خاص قرب ہے اور سمجھتا ہے کہ میری حالت کی چوری پکڑی گئی۔ شاید میرے گناہ اسے نظر آ گئے ہیں، شاید میرے نقائص اسے نظر آ گئے ہیں۔ ہر دفعہ جب اپنے بیوی بچوں اور دوستوں اور ہمسایوں پر نگاہ دوڑاتا ہے اور پھر اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو شرمندہ ہو جاتا ہے اور ندامت سے اپنا سر جھکا لیتا ہے۔ ظاہر میں تو مجلس میں شامل ہوتا ہے لیکن دل اپنے گناہوں کی وجہ سے ندامت اور شرمندگی سے پُر ہوتا ہے۔ خیال کرتا ہے کہ شاید اس مجلس میں مَیں ہی ایسا ہوں جو حقیقی عید سے محروم ہے اور ضمیر ملامت کرتا ہے کہ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ نہ اُن میں شامل ہوں جو غفلت اور نادانی سے عید منا رہے ہیں اور نہ ان میں شامل ہوں جو وصالِ الٰہی کی خوشی میں عید منا رہے ہیں۔ پھر سوچتا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑا ستار ہے اگر میں ظاہر میں عید منا لوں تو کیا تعجب کہ خدا تعالیٰ مجھے باطن میں بھی عید منانے کی توفیق دے دے۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے میرے ظاہر کی ستاری کی ہے میرے باطن کی بھی ستاری کر دے، میری اندرونی حالت کی بھی ستاری کر دے۔ اللہ تعالیٰ جو بندوں پر بہت رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے اپنے بندے کو مایوس نہیں کرتا۔ جب بندہ سوچتا ہے کہ اصل عید تو خدا تعالیٰ کے ملنے سے ہے یہ مجھے میسر نہیں آ رہی۔ نفس بار بار اسے ملامت کرتا ہے کہ کیا تمہارے عمل ہیں۔ توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے، ندامت محسوس کرتا ہے اور پھر جب پشیمانی اس کو بے چین کر دیتی ہے تو خدا تعالیٰ بھاگ کر اسکے پاس آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کوئی شخص صحرا میں ہو اور اس کی اونٹنی گم ہو جائے جس پر اس کی خوراک اور پانی بھی ہو اور پھر اچانک وہ اسے مل جائے اور اس اونٹنی کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حسرت اور ندامت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جس کے پاؤں تھے، جو نیک عمل کرنے والا تھا وہ چل کے میرے پاس آ گیا، نیک لوگ تھے ان کو اتنی توفیق اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی تھی، ان کے پاؤں تھے جن سے چل کے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں ان کے بھی پاؤں تھے اور ان کے عمل تھے لیکن ان کے عمل دکھاوے کے تھے۔ وہ چل کر شیطان کے پاس چلا گیا۔ مگر وہ بندہ جس کے پاؤں نہیں ہیں، جو کہیں جانے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چلو میں اس کے پاس جاتا ہوں وہ بہت زیادہ ندامت اور پشیمانی کا اظہار کر رہا ہے، توبہ اور استغفار کر رہا ہے۔ یہ گرا ہوا ہے تو اسے اٹھاتا ہوں اپنے پاس لے آتا ہوں۔

پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اگر پہلی قسم میں سے نہیں تو ہم اس تیسری قسم سے ہی بن جائیں کہ یہ بھی تحقیر کا مقام نہیں ہے، یہ بھی کوئی کم چیز نہیں ہے، یہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے انسان کا مقام گر رہا ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کامل حسرت، کامل عجز، کامل انابت، کامل غم اور کامل دکھ جو انسان پر طاری ہو جائے وہ خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم دوسری قسم کی عید کرنے والوں میں سے نہ بنیں جن کا کام صرف کھانا پینا ہے اور دنیا کی ہا ہو ہے بلکہ ان میں سے بننے کی کوشش کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا یا کم از کم ان میں سے بنیں جو خدا تک ابھی نہیں پہنچے مگر وہیں گر گئے اور ندامت اور پریشانی کی وجہ سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور اپنی جان کو رنج و الم کی وجہ سے ایسا ہلاک کیا کہ ان کی حالتِ زار کی وجہ سے عرشِ الٰہی ہل گیا اور عرش کا مالک خود چل کر ان کے پاس آیا اور انہیں اٹھا کر محبت کے مقام پر بٹھایا۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود، خطباتِ عید الفطر، جلد 1، صفحہ 196 تا 208، بیان فرمودہ مورخہ 9 فروری 1932ء)

پس ہمیں ہمیشہ یہ دعا اور کوشش کرنی چاہیے کہ یا پہلی قسم کی عیدیں ہمیں ملیں یا تیسری قسم کی عید ہمیں ملے اور یہی عید ہے جو حقیقی خوشیاں دینے والی عید ہے۔ یہی عید ہے جو خرچ کروانے کے بجائے انعامات سے نوازتی ہے بلکہ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جو دوسری قسم کی عید کو عید سمجھے ہوئے ہیں انہیں بھی حقیقی عید کا ادراک دلوانے کی کوشش کریں۔ دنیا کو اس حقیقی پیغام کے پہنچانے کی کوشش کریں جو اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے ذریعہ سے ہمیں ملا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کا صحیح فہم و ادراک دلوائیں تا کہ دنیا سے تاریکی کے بادل چھٹ جائیں۔ ہدایت کا سورج دنیا کو اپنی نورانی کرنوں سے جگمگا دے۔ خدا کی حقیقی بندگی دنیا میں قائم ہو جائے تبھی ہماری عیدیں حقیقی عیدیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عید دیکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

ان تمام احمدیوں کیلئے بھی دعا کریں جن کو مذہب کے نام پر تکلیفیں دی جا رہی ہیں، جن کو قید و بند کی صعوبتوں میں رکھا گیا ہے۔ ان اسیران کی جلد رہائی کیلئے دعا کریں تا کہ وہ بھی آزادی سے عیدیں کر سکیں۔ امّت مسلمہ کیلئے دعا کریں۔ دنیا کے امن کیلئے بہت دعا کریں۔ دنیا کے لیڈر جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں اپنی عارضی تسکین کیلئے دنیا کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں اور اس وبا کی وجہ سے بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو اپنی حرکتوں سے اس کے غضب کو مزید بھڑکا رہے ہیں۔ پس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی کوشش اور اسکے ساتھ دعاؤں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہر احمدی کو اپنے اس فرض کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور اسے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: دعا کر لیں۔ (آمین) دعا کے بعد فرمایا: سب کو عید مبارک۔ دنیا میں رہنے والے سب احمدیوں کو عید مبارک۔ کچھ لوگ گھروں میں عیدیں کر رہے ہیں۔ کچھ مسجد میں چند پابندیوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھ رہے ہیں اور پڑھیں گے۔ سب کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور سب کو عید مبارک ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 24 نومبر 2020)

شعبہ نورالاسلام کے تحت
اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں
ٹول فری نمبر : 1800 103 2131
اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود
لوگوں سے لطف کے ساتھ پیش آ اور ان پر رحم کر تو ان میں بمنزل موسیٰ کے ہے
اِس لئے ظالموں کے ظلم پر صبر کر (تذکرہ، صفحہ 195)
(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام)
Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

اگر خدا کا حکم ہے تو پھر وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا (حضرت ہاجرہؑ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفا اور قربانی کو ہمیں اسوہ بنانا ہوگا

حضرت ہاجرہ کی قربانی کو ہمیں معیار بنانا ہوگا

عورت کو اس قربانی میں شامل کر کے عورتوں کیلئے بھی مثال قائم کردی کہ

نیک عورت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتی ہے، اس کے آگے جھکتی ہے، اس کا قرب حاصل کرتی ہے تو اسے بھی خدا تعالیٰ نہیں چھوڑتا

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد خالصۃً اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے

جب ہر مرد ابراہیمی نمونے پر چلنے کی کوشش کرے گا اور اس پر چلتے ہوئے وفا کے معیار کو اونچا کرنے کی کوشش کرے گا

جب ہر عورت حضرت ہاجرہ کے نمونے کو اپنانے کیلئے تیار ہوگی اور ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کیلئے تیار ہوگا

تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی، پھر حقیقی قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا ادراک اور تجربہ بھی ہوگا

اسیرانِ راہِ مولیٰ، شہدائے احمدیت کے خاندانوں، واقفینِ زندگی، مبلغین، معلمین، مشکلات میں گھرے لوگوں کیلئے

نیز خودغرض علماء کے شر سے بچنے اور ہر طاقتور شریر کے شر سے معصوم جانوں کے بچنے کیلئے دعا کی تحریک

سب احمدیوں کو عید مبارک

خطبہ عیدالاضحیٰ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31 رجولائی 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ
وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج عیدالاضحیٰ ہے۔ وہ عید جو قربانی کی عید کہلاتی ہے۔ تمام مسلمان دنیا میں اسے بڑے شوق سے آج منا رہے ہیں اور وقت کے فرق کے ساتھ بعض جگہ کل بھی منائیں گے۔ اس قربانی کی یاد کو تازہ رکھنے کیلئے یا اس واقعے کی یاد کو تازہ رکھنے کیلئے جو چار ہزار سال سے بھی زائد عرصہ پہلے ہوا تھا مسلمان ابتدائے اسلام سے اس قربانی کی عید کو مناتے چلے آرہے ہیں اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ایک مومن کے دل میں اس قربانی کی اہمیت اور اس کی یاد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی نہ ہوتی ہے۔ ہاں بے شک ایسے بے شمار لوگ ہوں گے جو صرف ایک خوشی کی تقریب کے طور پر اس عید کو یاد رکھتے ہیں، اسکا انتظار کرتے ہیں اور اسے مناتے ہیں۔ جو صرف دکھاوے اور خوشی کے اظہار کیلئے جانوروں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں لیکن ایک مومن ایک قربانی کو یاد رکھتا ہے، اس قربانی کی اہمیت کو یاد رکھتا ہے اور اس قربانی کی روح کو یاد رکھتا ہے اور اس طرح یاد رکھتا ہے جس طرح یاد رکھنا چاہیے اور اس کا حق ہے۔ ایک مومن کے دل کو یہ قربانی کا واقعہ جس کا اظہار باپ بیٹے نے ہزاروں سال پہلے کیا تھا جذباتی کر دیتا ہے۔ عموماً انسان اپنی تکلیفیں یا غم اس غم یا تکلیف سے نکلنے کے کچھ عرصے بعد بھول جاتا ہے، یاد نہیں رہتا کہ کس غم اور تکلیف سے میں گزرا تھا، پھر دنیا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر کے قربانی کا ایک معیار ہمیشہ کیلئے قائم فرما دیا اور پھر ایک مومن کو اس معیار کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرما کر ایک مومن کیلئے، ایک مسلمان کیلئے اس کی یاد تا قیامت قائم کر دی ہے۔ کیا اعلیٰ معیار ہے کہ آج بھی جب ہم اس واقعہ کو سنتے ہیں اس پر غور کرتے ہیں تو دل جذبات سے بھر جاتا ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک شخص کو بڑھاپے میں اولاد عطا ہوتی ہے اور اسکی عمر بھی اس وقت نوّے سال کی یا اسکے قریب ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں حکم ہوتا ہے کہ اپنے لڑکے کو ذبح کر دو اور اس حکم پر اس کے ظاہری معنی لیتے ہوئے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا یہ کیا ہی اعلیٰ معیار ہے، کیا ہی اعلیٰ مقام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہ اس حکم کو سن کے اس لڑکے کو لٹا کر پھر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے۔ اور پھر باپ ہی اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوا کہ اس کا ایک روحانی مقام تھا، باپ جو تھا وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا تھا بلکہ اس بیٹے نے بھی بچہ ہونے کے باوجود اس بات کو تسلیم کر لیا کہ ٹھیک ہے اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں ذبح کیا جاؤں تو میں حاضر ہوں۔ اس بچے کے جواب کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر لیا اور اس بچے کا یہ جواب کہ

یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (الصافات: 103)

یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ اے میرے باپ! جو کچھ خدا کہتا ہے وہی کر۔

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ تو ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ایمان پر قائم رہنے والا اور صبر کرنے والا دیکھے گا۔

قربانی دینے والوں اور خوشی سے قربانی دینے والوں اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لانے والوں کیلئے یہ جواب بھی ایک مثال بن گیا اور نوجوانوں کو بھی بتا گیا کہ یہ ہونے چاہئیں خدا تعالیٰ پر کامل ایمان رکھنے والوں اور قربانی کیلئے تیار رہنے والوں کے جواب اور معیار۔ پس اگر ہم غور کریں تو کون ہے جو اس جواب سے متاثر نہ ہو۔ بوڑھوں کیلئے قربانی دینے کی مثال قائم کی نوّے سالہ بوڑھے نے۔ بچوں اور نوجوانوں کیلئے مثال قائم کی ایک بچے نے۔ پس یقیناً جب ہم یہ واقعات سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو سب جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اکثر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں مگر ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں اسکے ساتھ اپنے اس عہد کہ ہر قربانی کیلئے تیار رہوں گا اسکا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کی قربانی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم پر تیار ہو جانا اس لحاظ سے اَور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے بلکہ صرف تیار ہو جانا نہیں بلکہ عملاً اسے لٹا کر اسکی گردن پر چھری رکھ دینا کہ جب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نرم طبیعت کو دیکھتے ہیں ان کا دل دشمنوں کیلئے بھی نرمی سے بھرا ہوا تھا، برداشت نہیں تھا کہ دشمن کو بھی تکلیف ہو اور اس نرم دلی کا ایسا معیار تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاص صفت قرار دے کر قرآن کریم میں محفوظ کر لیا اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ حلیمٌ اور أَوَّاهٌ تھا، بہت نرم دل تھا، دل رحم سے بھرا ہوا تھا اور جب یہ حالت تھی تو کیا ان کے دل میں بیٹے کیلئے درد پیدا نہ ہوا ہوگا؟ یقیناً پیدا ہوا ہوگا لیکن اس وقت اپنے اس ذاتی درد اور محبت کو ایک طرف رکھ کر انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو ہر چیز پر مقدّم کر لیا اور اس چیز نے انہیں دوسروں سے پھر ممتاز بھی کر دیا اور یہی امتیاز ہے اور اللہ تعالیٰ سے وفا اور محبت اور قربانی دینے کا یہ معیار ہے جس کی وجہ سے تا قیامت جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر ضرور ہوگا۔

اور صرف یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے دلی خوشی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی قربانی کیلئے تیار ہوئے اور اس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے اور ان کو بھی دوسروں سے ان کی یہ قربانی کا معیار ممتاز کر گیا۔ وہ کیوں اس قربانی کیلئے تیار ہوئے؟ اس لیے کہ انہیں خدا تعالیٰ سے محبت کا خاص ادراک حاصل ہوا تھا۔ ان کے اندر اس

ادراک کی وجہ سے یہ جذبہ پیدا ہوا کہ یہ قربانی ہماری ترقی کا موجب ہے، باپ میں بھی اور بیٹے میں بھی۔ پس ہم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات سن کر جذباتی ہوتے ہیں اور ہماری آنکھوں میں نمی آتی ہے تو اس لیے کہ ہمارے ذہن میں اس واقعے کا تصور ایک جذباتی کیفیت پیدا کر دیتا ہے لیکن شاید ہم میں سے اکثریت کے دل اس معیار اور اس کیفیت کو نہ پا سکیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اس وقت تھا۔ اس وقت ان کو خیال تھا تو صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لیے چن کر مجھ سے ایک قربانی مانگی ہے اور اس کے عوض مجھے کیا مل رہا ہے۔ مجھے میرے خدا کا، میرے محبوب کا قرب عطا ہو رہا ہے۔ یہ سوچ تھی کہ خدا تعالیٰ میرے قریب ہو رہا ہے اور پھر یہ صرف سوچ ہی نہیں تھی بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے، ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے، ہر درود پڑھنے والا جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قربانی کو یاد رکھا اور قیامت تک کے لیے امر کر دیا۔ آپ علیہ السلام کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے ایک امتیازی نشان بنا دیا اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے درد اور غم کے جذبات پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو غالب کر لیا کہ خدا تعالیٰ نے اس قربانی کیلئے مجھے چنا ہے۔ میرا احسان نہیں کہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دے رہا ہوں یا میرے بیٹے کا کوئی احسان نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کیلئے تیار ہے بلکہ یہ کہ مجھے اور میرے بیٹے کو اس قربانی کیلئے چنا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا احسان۔ قربانی کر کے اس سوچ کو دل و دماغ پر حاوی کیا کہ میری قربانی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس قربانی دینے کے قابل سمجھا۔ پس ہم جب ہر قربانی کیلئے تیار رہنے کا عہد کرتے ہیں تو ہمیں بھی اس سوچ کو اپنے دل و دماغ پر حاوی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری قربانی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اگر ہم سے کوئی قربانی لے اور اسکے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا قرب عطا ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہماری قربانیوں کی اس قربانی کے مقابلے پر کچھ بھی حیثیت نہیں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دی یا جس کیلئے وہ تیار ہوئے۔ ہم تو اگر دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کے عہد پر ذرا سا بھی عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس طرح نوازتا ہے کہ جسکی انتہا نہیں۔ بے شمار احمدی اس کا تجربہ رکھتے ہیں۔ بے شمار خطوط مجھے اس بارے میں آتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی معمولی قربانی کو بھی نوازا۔ مالی قربانی کرتے ہیں تو چند گھنٹوں میں اس کا اجر انہیں مل جاتا ہے یا اور بھی اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ پس یہ جذبہ عارضی نہیں ہونا چاہیے بلکہ مستقل ہونا چاہئے۔ صرف ایک دفعہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں سے فیضیاب نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی خواہش اور اس کیلئے کوشش زندگی کا مستقل حصہ بن جائے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں اور یہ کوشش ہے جو پھر آگے جاگ لگاتی چلی جاتی ہے، نیکیوں کے اثر آگے اگلی نسلوں پر نظر آتے چلے جاتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کی سوچ پھر ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ بیوی بچوں کو بھی یہی ادراک ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کا قرب پانا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ پس یہ ماحول گھروں میں پیدا کرنے کے لیے دعاؤں اور عمل کی ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنے کیلئے تیار ہونا اور بیٹے کا اپنی گردن پر چھری پھروانے کیلئے تیار ہو جانا یقیناً ایک بہت عظیم جذبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس جذبے کی قدر بھی کی اور اس جذبے کو قبول فرماتے ہوئے عملاً بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنے سے روکتے ہوئے یہ فرمایا کہ

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصافات:106)

تُو اپنی رؤیا پوری کر چکا۔ چھری پھیرنے کی اب ضرورت نہیں۔ ہم اسی طرح محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ محسنوں کا بدلہ کیا ہے؟ محسنوں کا بدلہ یہ ہے کہ تجھے اور تیرے بیٹے کو انتہائی قرب کا مقام بخشا ہے۔ اس قرب کا مقام بخشنے کے بعد پھر قربانیوں کا دور ختم نہیں ہوا کہ ایک قربانی کر دی، مقام بخش دیا، اب قربانیوں کا دَور ختم ہو گیا بلکہ پھر اس کے بعد مزید نئی قربانیوں کا دور شروع ہوتا ہے تا کہ اس قربانی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کے مزید نظارے یہ دونوں دیکھیں بلکہ صرف یہ دونوں نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو بھی اس میں شامل کر لیا کہ وہ بھی نظارہ دیکھیں تا کہ مردوں کیلئے مثال قائم ہو جائے کہ تمہاری نیکیوں اور خدا تعالیٰ سے تعلق کا اثر تمہاری بیویوں پر بھی ظاہر ہو، اگر حقیقی نیک ہو تو صرف اپنے تک محدود نہ ہو بلکہ بیویوں پر بھی اثر ظاہر ہونا چاہئے۔

عورت کو اس قربانی میں شامل کر کے عورتوں کیلئے بھی مثال قائم کر دی کہ نیک عورت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتی ہے، اسکے آگے جھکتی ہے، اس کا قرب حاصل کرتی ہے تو اسے بھی خدا تعالیٰ نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ چھری پھیرنے سے بھی بڑی قربانی پیش کرنے کیلئے پورے خاندان، میاں بیوی اور بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چھری پھیرنا تو ایک وقتی قربانی تھی، ایک وقت میں ہی جذبات کی قربانی تھی لیکن ان تینوں سے جس قربانی کا مطالبہ کیا گیا وہ تھی تنہائی کی، جدائی کی اور خوف کی حالت کی مستقل قربانی۔ پس ان تین قربانیوں کا مطالبہ کیا گیا تو ان تینوں نے اسے بھی قبول کر لیا۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر ایسی جگہ پہنچے جہاں میل ہا میل تک کوئی آبادی نہیں تھی بلکہ بے آب و گیاہ جگہ تھی۔ نہ پانی تھا، نہ کسی خوراک کا انتظام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بیٹے کو صرف ایک مشکیزہ پانی اور کھجوروں کی ایک تھیلی کے ساتھ اس جگہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ تھا کہ یہ مشکیزہ جب ختم ہو جائے گا اور یہ کھجوروں کی تھیلی جب ختم ہو جائے گی تو نہ پانی میسر ہو گا، نہ کھانے کو کچھ میسر ہو گا۔ پھر پتہ نہیں کس طرح میرے بیٹے اور میری بیوی کا گزارا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اس قربانی کا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے یہ قربانی کر رہے تھے۔ بہرحال جب بیوی بیٹے کو اس تھوڑی سی مقدار میں پانی اور خوراک کے ساتھ اس جگہ چھوڑ کر واپس لوٹنے لگے اور بیوی کو نہ بتایا کہ اب تم نے یہاں اکیلے ہی رہنا ہے تو حضرت ہاجرہ نے محسوس کر لیا کہ یہ جدائی عارضی نہیں لگتی بلکہ یہ تو مستقل جدائی لگتی ہے، لگتا ہے ہمیں مستقل یہاں رہنا پڑے گا۔ حضرت ابراہیمؑ کے پیچھے جا کر پوچھا کہ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں...... حضرت مصلح موعودؓ نے بڑے خوبصورت انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس جذبہ طبعی کے جو اُن کے قلب میں تھا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو جذبہ تھا اور أَوَّاهٌ مُنِيبٌ (ھود: 76) ہونے کی وجہ سے ان پر رقت طاری ہو گئی اور وہ جواب نہ دے سکے۔ حضرت ہاجرہ نے پھر پوچھا کہ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں! جب حضرت ہاجرہ کے کئی مرتبہ پوچھنے پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جذباتی کیفیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم طبیعت کے مالک کیلئے یہ ممکن بھی کس طرح ہو سکتا تھا۔ ان کو بظاہر نظر آ رہا تھا کہ اس بیابان جگہ میں بعد میں پتہ نہیں ان کی کیا حالت ہو گی۔ پس ایک طرف بشری تقاضا بیٹے اور بیوی سے محبت کا اور پھر فطرتاً انتہائی نرم طبیعت انہیں روک رہی تھی کہ اگر جواب دیا تو کہیں جذبات کا دھارا بہ نہ جائے اور حضرت ہاجرہ مزید پریشان ہوں اور دوسری طرف یہ سوچ بھی تھی کہ اگر جذبات کا دھارا بہ گیا تو اس قربانی کے معیار میں کہیں کمی نہ آ جائے جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے وہ اور ان کی بیوی اور بیٹا دینے جا رہے ہیں اور جسکے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا قرب ملنا ہے، وہ خاموش رہے۔ اور جب آخر حضرت ہاجرہ نے یہ کہا کہ کیا خدا نے آپ کو ایسا کرنے کا کہا ہے؟ پھر بھی جذبات سے مغلوب ہو کر صرف اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ منہ سے کچھ نہ بولے، کوئی جواب نہیں دیا۔ جب حضرت ہاجرہ نے یہ اشارہ دیکھا تو پھر کامل توکّل سے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ جہاں جانا ہے آپ جائیں۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود، جلد 2، صفحہ 219 تا 220، خطبہ عیدالاضحیٰ بیان فرمودہ 11 ر فروری 1938ء)

اب بظاہر دیکھا جائے تو اس بات کو تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا مشکیزہ ختم ہونے کے بعد پانی مل سکے یا کھجوروں کی تھیلی ختم ہونے کے بعد کھجور مل سکے یا کوئی بھی خوراک مل سکے۔ یہ ناممکن تھا کہ ویران جگہ میں ان کی تکلیف دور کرنے یا کم از کم ہمدردی کرنے کیلئے ہی کوئی ہمدردی کرنے والا مل جائے۔ کسی انسان کی شکل نظر آ جائے۔ وہاں اس ویران صحرائی جگہ میں کسی نے کہاں سے آنا تھا۔ لیکن حضرت ہاجرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحبت نے یہ انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ توکل علی اللہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی خواہش کا ان کا بھی معیار انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ انہوں نے بے خوف ہو کر کہہ دیا کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔ یقیناً جب حضرت ہاجرہ کے یہ الفاظ عرش کے خدا نے سنے ہوں گے کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا تو خدا تعالیٰ نے بھی کہا ہو گا کہ بے شک میں تجھے اور تیرے بیٹے کو کبھی ضائع نہیں کروں گا۔ اور بعد کے حالات بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی کیا جیسا اس سے امید رکھی گئی تھی بلکہ نہ صرف یہ کہ انہیں ضائع ہونے سے بچایا بلکہ ان کے ذریعے سے ایک ایسی زبردست قوم بنائی جس میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم المرتبت نبی مبعوث فرمایا جو تمام دنیا کیلئے مبعوث ہوا۔ آپ ہی تمام دنیا کے روحانی بادشاہ ہیں۔ خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی آپ کے وسیلے سے ہی اب ممکن ہے۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی خاطر دنیا کو چھوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے قدموں میں لا کے ڈال دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے آج لاکھوں کروڑوں لوگ حج و عمرہ کرتے ہیں تو حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کی یاد بھی تازہ کرتے ہیں۔ پس حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کو قیامت تک کیلئے ایک مقام دے دیا، ایک اعزاز بخش دیا۔ انہوں نے خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے دنیا سے تعلق توڑا تھا اور آج دنیا مجبور ہے کہ خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے کیلئے ہی ان سے تعلق جوڑے۔ پس ان کی یہ قربانی کوئی معمولی قربانی نہیں تھی۔ ان کا اللہ تعالیٰ پر یہ مان کہ جو کام خدا تعالیٰ کیلئے کیا جائے خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا۔ کوئی معمولی مان نہیں تھا اور پھر جیسا کہ میں نے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے قیامت تک اس مان کو پورا کرنے اور نوازنے کے سامان کر دیے۔

پس آج کا دن ہمیں اس خاندان کے اللہ تعالیٰ پر توکّل اور اس پر قربانی کرنے کے معیار کی یاد دلانے کیلئے ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ کیا صرف اس قربانی کے واقعہ کو اور اس خاندان کے توکل کو اور اس قربانی کو یاد کر لینا اور ذکر کر لینا ہی کافی ہے۔ نہیں!! بلکہ اس یاد کا ذکر تازہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفا اور قربانی کو ہمیں اسوہ بنانا ہو گا۔ حضرت ہاجرہ کی قربانی کو ہمیں معیار بنانا ہو گا۔ ہر عورت دیکھے کہ ہم نے اس معیار کو حاصل کرنے کیلئے کیا کرنا ہے۔ لجنہ جب عہد دہراتی ہے کہ ہم اولاد کو قربان کرنے کیلئے تیار ہیں تو میرے علم میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض عورتیں کہتی ہیں ہم اس وقت خاموش ہو جاتی ہیں کیونکہ ہم تیار نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر توکّل ہو، اس کی رضا کا حصول مقصد ہو، اس کے قرب کو حاصل کرنے کی خواہش ہر خواہش سے بالا ہو تو یہ سوچ آ ہی نہیں سکتی۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے، ایک ایسا عہد ہے جو خالصۃً اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اگر یہ عہد کیا ہے تو اسے ہر احمدی مرد، احمدی عورت، احمدی جوان اور احمدی بچے کو نبھانا ہو گا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا بلکہ نوازتا ہے۔ ہمارے مرد جب اپنے نمونے ابراہیمی معیار پر لائیں گے تو وہ روحانی معیار عورتوں اور بچوں میں بھی سرایت کر جائیں گے۔ پس سب سے پہلے مردوں کو اپنی سوچوں اور اپنی قربانی کے معیاروں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر

عورتوں اور بچوں کے معیار توکّل علی اللہ اور قربانی کے بڑھانے ہیں تو پھر مردوں کو بہرحال اپنے نمونے دکھانے ہوں گے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف اپنے اندر معمولی تبدیلیاں پیدا کرنے کیلئے یہ نمونے ہیں اور ان کی مثال صرف قصے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہے۔نہیں! بلکہ یہ نمونے ہمارے لیے اسوہ ہیں۔ جب ہر مرد ابراہیمی نمونے پر چلنے کی کوشش کرے گا اور اس پر چلتے ہوئے وفا کے معیار کو اونچا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب ہر عورت حضرت ہاجرہ کے نمونے کو اپنانے کیلئے تیار ہوگی اور ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کیلئے تیار ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی۔ پھر حقیقی قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا ادراک اور تجربہ بھی ہوگا۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلام صادق کو ہم نے مانا ہے تا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں حصہ دار بن سکیں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ چنانچہ کئی مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔

(تذکرہ، صفحہ 82، ایڈیشن چہارم)

پس اس ابراہیم کو اگر ہم نے روحانی ترقی، اسلام کو دنیا میں غالب کرنے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے مانا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو اسماعیل بننے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہر عورت کو ہاجرہ بننے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہم دین کی خاطر قربانیاں دینے کیلئے تیار ہوں گے تو خدا تعالیٰ ہمارے لیے نئے سے نئے راستے کھولے گا اور اسلام کی ترقی کے جو راستے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعے کھولنے کے وعدے کیے ہیں ان میں ہم بھی شامل ہو سکیں گے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر عمل کر لے تو ایک انقلاب ہم دنیا میں لا سکتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے اپنی زندگیاں گزارنے لگ جائیں تو ایک روحانی انقلاب دنیا میں پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلا کر دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے والے بن جائیں تو ہم ان شہداء کی قربانیوں کا بہترین بدلہ لے سکتے ہیں جن کو زمانے کے ابراہیم کے ماننے کی پاداش میں شہید کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جب یہ سلسلہ قائم فرمایا تو اس لیے کہ وہ تمام برکات دنیا میں واپس لائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی ماننے والوں اور مومنین سے وابستہ ہیں۔ اس کیلئے پہلوں نے بھی قربانیاں دیں اور سب سے بڑھ کر اپنے نفسوں کی قربانیاں دیں۔ ہم بھی اپنے مال جان اور وقت کی قربانی دینے کا عہد کرتے ہیں ہمیں بھی اس عہد کو سامنے رکھتے ہوئے قربانیوں کیلئے تیار رہنا چاہئے اور ہمیں بھی یہ دینی پڑیں گی اور بہت سارے لوگ دیتے آ بھی رہے ہیں۔

قربانیوں کے بغیر یہ انقلاب کبھی نہیں آئے گا اور نہ کبھی انقلاب آتے ہیں۔ پس اس حوالے سے میں ان ماؤں کو بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو کہتی ہیں کہ ہم قربانی کیلئے چپ کر جاتے ہیں۔ ایک طرف وہ مائیں ہیں جنہوں نے اپنے بچے وقفِ نو میں دے کر وقف کیے لیکن جب بچے جوان ہوتے ہیں تو بعض والدین کی طرف سے یہ عذر آ جاتا ہے کہ ہمارے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ بچہ اگر صرف جماعت کی خدمت کرے گا تو تھوڑے سے الاؤنس میں گزارا نہیں ہوگا اس لیے اس کو دنیاوی کام کرنے کی اجازت دیں۔ ایک طرف قربانی کرنے کا ایک عہد کیا اور خود ہی پیش کیا، دوسری طرف اس کو دنیاداری کی طرف بھی ڈالنے لگی ہیں۔ اسی طرح بعض واقفینِ نو بچے بھی ہیں ڈاکٹر بن جاتے ہیں، انجینئر بن جاتے ہیں اس وقت کہتے ہیں کہ اب جماعتی خدمت بڑی مشکل ہے۔ ہمارا تھوڑے پیسوں میں گزارا نہیں ہوتا۔ ہمیں دنیاوی نوکری کرنے دیں۔ جب دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے، قربانی کا عہد کیا ہے، پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے والدین کو توفیق بخشی کہ وہ پیش کریں تو پھر اس قسم کے عذر کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس عہد کو نبھانے کی ضرورت ہے۔ اگر تھوڑا الاؤنس بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔ پس نوجوان واقفینِ نو اپنے آپ کو مبلغ اور مربی بننے کیلئے پیش کریں۔ ڈاکٹر اور انجینئر یا ٹیچر بن کے جماعت کیلئے اپنی خدمات پیش کریں اور قربانی دیں اور قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں۔ صرف کہانیاں اور قصے سن کے خوش نہ ہو جایا کریں۔ صرف یہ پرانے واقعات سن کے خوش نہ ہو جائیں۔ صرف پرانے واقعات سن کے جذباتی ہونے پر خوش نہ ہو جائیں بلکہ یہ اس لیے ہیں کہ ہمیں اپنے نمونے دکھانے چاہئیں۔ ہمیں نہ دنیاوی بادشاہتوں سے غرض ہے نہ دنیاوی حکومتوں سے غرض ہے نہ حکومتوں کے نظاموں اور دولتوں سے غرض ہے اور طاقتوں سے غرض ہے اور نہ ہونی چاہیے۔ ہاں اگر کوئی غرض ہے اور غرض ہونی چاہیے تو یہ کہ کس طرح ہم اسلام کی صداقت کو دنیا میں غالب کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم بھولی بھٹکی انسانیت کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والا بنا سکتے ہیں۔ کس طرح ہم انسان کو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے والا بنا سکتے ہیں۔ پس یہی ہمارے سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے۔ یہی احمدی کی غرض ہے اور خاص طور پر واقفینِ نو کی تو یہ غرض ہونی چاہیے۔ اسی کیلئے وہ اپنے آپ کو جامعہ میں آنے کیلئے بھی وقف کریں اور زیادہ سے زیادہ مربی بنیں مبلغ بنیں تا کہ اسلام کا یہ پیغام ساری دنیا میں جلد سے جلد تر پھیل سکے۔

پس یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں یہی سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے اور اس کیلئے ہمیں قربانیاں دینی چاہئیں اور اسکا اعلان بھی بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ یہ باتیں قربانی چاہتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ صرف قربانی کے واقعات پڑھ کر انقلاب نہیں آیا کرتے، اس کیلئے ہر احمدی عورت کو ہاجرہ بننا پڑے گا اور ہر احمدی نوجوان کو اسماعیل بننا پڑے گا اور ہر ملک اور ہر قوم اور ہر نسل میں سے ہر احمدی کو یہ معیار دکھانے ہوں گے تبھی ہم دنیا میں ایک وحدت پیدا کر سکتے ہیں۔ جب اس مقصد کے حصول کیلئے یہ مشترکہ قربانی ہوگی تبھی ہم اس گھر کی تعمیر کے مقصد کو پورا کر سکیں گے یعنی توحید کا قیام جس کیلئے حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قربانیاں دی تھیں اور خدا تعالیٰ کا پہلا گھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا نشان بن کر ابھرا تھا اور تبھی ہم اس زمانے کے ابراہیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے بن سکیں گے یعنی دین واحد پر جمع کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر حقیقی قربانی کا مادہ پیدا کرے۔ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ ہر آنے والی قربانی کی عید ہمیں اسلام کی ترقی کی نئی منزلیں دکھانے والی ہو۔ ہم ایسی مقبول قربانیاں کرنے والے ہوں جس کے فیوض و برکات ہم دنیا و آخرت میں حاصل کرنے والے بنتے چلے جائیں۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں ان اسیران کو بھی یاد رکھیں جو صرف احمدیت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ دین کی خاطر سخت موسمی حالات میں جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں خاص طور پہ۔ اور خوشی سے یہ صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ایک خاتون بھی اسی قید و بند کی صعوبت برداشت کر رہی ہیں، قید و بند میں پڑی ہوئی ہیں۔ غلط الزام لگا کر، بہت خطرناک دفعات ان پر لگائی گئی ہیں۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔ شہداء کے خاندانوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ واقفین زندگی کیلئے، مربیان، مبلغین، معلمین کیلئے دعا کریں کہ سب اپنے وقف نبھانے والے ہوں اور حقیقی قربانی کے ساتھ نبھانے والے ہوں۔ بہت سارے مختلف ممالک میں، افریقہ میں بھی معلمین بہت اہم کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے کہ تھوڑی تربیت کے باوجود جو انہوں نے معلم کلاس کا تھوڑا بہت علم حاصل کیا ہے اس کے باوجود بہت اچھے اچھے کام کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں میں، اخلاص میں، وفا میں، علم میں، روحانیت میں برکت ڈالے، ان کو حفاظت میں رکھے اور جیسا کہ میں نے کہا خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف نبھانے والے ہوں۔ مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کیلئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ انکی مشکلات کو دور فرمائے، پریشانیاں دور فرمائے۔ خود غرض علماء کے شر سے بچنے کیلئے بھی دعا کریں، اِنہوں نے بھی شر پھیلایا ہوا ہے خاص طور پر پاکستان میں، اسی طرح بعض افریقہ کے ممالک میں بھی۔ ہر طاقتور شریر کے شر سے معصوم جانوں کے بچنے کیلئے دعا کریں۔ اس عید پر پاکستان میں خاص طور پر یہ شور بھی ہے اور ہمیشہ ہوتا ہے، اس دفعہ کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے کہ احمدی اگر عید پر جانور کی قربانی کریں گے تو ان کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے گا، ان کو سزا دی جائے گی۔ پس اس قسم کے شریروں کے شر سے بھی اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محفوظ رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو ہم پورا کرنے والے ہوں۔ اس کیلئے بھی ہمیں بہت دعائیں کرنی چاہئیں اور یہ دعا بھی بہت زیادہ کرنی چاہیے، جو مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا ہے وہ کیا ہے یہی کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے اور دنیا میں توحید کا قیام ہو۔ یہ مخالفت کی باتیں صرف پاکستان کی بات نہیں، افریقہ میں بھی بعض جگہ پہ باہر سے لوگ جا کر وہاں کے مقامی لوگوں کو بھڑکاتے ہیں اور ان میں مخالفت پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان پر وہ قائم ہیں، مضبوط ہیں اور کسی مخالفت کی پروا نہیں کر رہے بلکہ جان لینے کی بھی دھمکیاں دی گئیں اس کے باوجود وہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔ اسی طرح افریقہ میں بھی بعض جگہ ہماری مساجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں بھی حالات پیدا کرے کہ وہ جماعتی مساجد بھی جن پر دشمن غلط طریقے سے قابض ہونے کی کوشش کر رہا ہے واپس ملیں۔ بہرحال مجموعی طور پر ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحم کے وارث بنتے چلے جائیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ آج بھی اپنے وقت پہ ہی ہوگا۔ اب ہم دعا کر لیتے ہیں، لیکن دعا سے پہلے میں سب احباب کو دنیا میں پھیلے ہوئے سب احمدیوں کو آپ سب کو عید مبارک بھی کہتا ہوں۔ ابھی خطبے کے بعد دعا ہو گی۔ ☆خطبہ ثانیہ، دعا☆

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 27/نومبر 2020)

......☆......☆......☆......

ارشاد
حضرت
امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس

ہمارا کام دنیا کو ہر لحاظ سے فیض پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر فیض پہنچانا ہے، پس اس کیلئے ہر احمدی کو اپنی بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/نومبر 2007ء)

طالب دعا : افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد
حضرت
امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس

ہم نے تو خدمت انسانیت کرنی ہے اور اگر کوئی مجبور ہے تو اس کی مدد کرنی ہے قطع نظر اس کے کہ ان لوگوں نے کیا سلوک کرنا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/نومبر 2007ء)

طالب دعا : عبدالرحمن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اُڈیشہ)

مَیں بنگلہ دیش میں خاص طور پر جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی کہتا ہوں کہ اپنے پروگراموں میں تیزی پیدا کریں، ایک جامع پروگرام بنائیں اور دعوت الی اللہ کے کام کو ملک میں کونے کونے میں پھیلا دیں

اگر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے تو پہلے ہمیں اپنی عملی حالت درست کرنی ہوگی، ہر احمدی کو اپنے آپ کو احمدیت کا سفیر سمجھنا ہوگا۔ اعمال، اس تعلیم کے مطابق ڈھالنے ہوں گے جس کا ہم پرچار کر رہے ہیں اور وہ تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شرعی کتاب قرآنِ کریم ہے جس کے آنے سے شریعت کامل ہوئی

ہمیشہ یاد رکھیں کہ افراد کے نیک اعمال کا مجموعہ جماعت کی مضبوطی بڑھائے گا اور جب یہ نیک اعمال کامل فرمانبرداری سے ایک ہاتھ کے اشارے پر اٹھتے بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوں گے تو ایک انقلاب دنیا میں پیدا کرنے والے بن جائیں گے

مَیں نظام جماعت اور تمام ذیلی تنظیموں کو کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنی امانت کا حق ادا کریں

صرف افراد جماعت سے کامل اطاعت کی امید نہ رکھیں بلکہ اپنے فرائض بھی احسن طریق پر ادا کرنے والے ہوں

دعوت الی اللہ کا کام کئی گنا بڑھ سکتا ہے، اپنے تبلیغ کے نظام کو مربوط کرنے کی ضرورت ہے

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 6؍فروری 2011ء بروز اتوار طاہر ہال بیت الفتوح لندن سے ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ سے براہ راست افتتاحی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

اس وقت مَیں بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ کے پہلے دن کے ابتدائی اجلاس کے خطاب کیلئے کھڑا ہوا ہوں۔ یہ جلسہ سالانہ جو بنگلہ دیش میں ہو رہا ہے، یہ نئی جگہ پر ہو رہا ہے جو اس لئے کرائے پر لی گئی تھی کہ زیادہ تعداد میں لوگ شامل ہو سکیں۔ لیکن بدقسمتی سے، قوم کی بدقسمتی کہنا چاہئے، ہمارے لئے تو اللہ تعالیٰ ہر برے حالات میں بھی بہتر حالات پیدا کر دیتا ہے، وہاں مخالفین کے ایک ٹولے نے جلوس نکال کر، انتظامیہ پر دباؤ ڈال کر مجبور کیا کہ یہاں جلسہ نہ ہونے دیا جائے۔ اس لئے وہاں کے حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے انتظامیہ نے ہمیں کچھ تھوڑے وقت کی اجازت دی ہے۔ اس لئے یہ پروگرام مختصر کر کے، مَیں نے نظم بھی چھوٹی پڑھوائی ہے اور اب مَیں خطاب بھی مختصر کروں گا۔ ان کیلئے دعا بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے مشکل حالات میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا پولیس نے اور انتظامیہ نے ہمیں تھوڑا وقت دیا ہے کہ پانچ بجے تک یہ ختم کریں۔ ہم احمدی جو ہمیشہ قانون کی پابندی کرتے ہیں اور یہی ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم نے سکھایا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت کے اندر اندر یہ جلسہ یا جو بھی پروگرام ہے ہم ختم کر لیں گے کیونکہ جیسا کہ مَیں نے کہا ہمارا مقصد کسی قسم کا فساد پیدا کرنا نہیں، بلکہ ہم صلح پسند اور امن جُو، امن پسند لوگ ہیں اور اس لئے حکومت کے ہر حکم کی اطاعت کرنا اور اس کی پابندی کرنا ہمارا فرض ہے تا کہ ملک میں ہر طرح سے امن قائم رہے۔ ہم تو اس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں جس نے صلح اور امن کی خاطر کفار کی من مانی شرائط کو مان لیا لیکن کسی قسم کی بدامنی کی فضا پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ گو اس جگہ میں تو جلسہ منعقد نہیں ہو سکے گا لیکن ہو سکتا ہے کہ جماعت کی جو اپنی جگہ ہے وہاں جلسہ منتقل ہو جائے اور وہاں منعقد کیا جائے۔ اس لئے جلسہ تو انشاء اللہ تعالیٰ چھوٹے پیمانے پر چلتا رہے گا گو اس میں اتنی وسعت نہیں ہو گی۔ باہر سے جو لوگ آ چکے ہیں وہ تو بہر حال شامل ہوں گے۔ لیکن جو ہمارے خیال میں تھا کہ اس وسیع جگہ پر جلسہ کر کے ہم ایک دنیا کو اسلام کا خوبصورت پیغام جماعت کی طرف سے دے سکیں گے، اس میں ان لوگوں کی بدقسمتی ہے کہ وہ اس کو سننے سے محروم رہ جائیں گے۔

پس پہلی بات تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان دنوں میں بنگلہ دیش کے جو لوگ جلسہ کیلئے جمع ہوئے ہیں وہ اپنے وقت کو، اپنے ہر لمحے کو دعاؤں میں گزاریں اور دنیا کے احمدی بھی ان کیلئے دعائیں کریں۔ ہماری دعائیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ایک دن رنگ لائیں گی اور یہی اکثریت جو ہے اقلیت میں بدل جائے گی۔ لیکن اس اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں حکم دیا ہے اسکی تعمیل کرنا بھی ضروری ہے اور وہ ہے دعوت الی اللہ کا کام۔ اس کام کو ہم نے ہر حال میں کرتے چلے جانا ہے اور انشاء اللہ کبھی نہیں چھوڑنا۔

پس اس کیلئے مَیں بنگلہ دیش میں خاص طور پر جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی کہتا ہوں کہ اپنے پروگراموں میں تیزی پیدا کریں۔ ایک جامع پروگرام بنائیں اور دعوت الی اللہ کے کام کو ملک میں کونے کونے میں پھیلا دیں۔ لیکن اس کام کے اچھے نتائج اسی وقت پیدا ہوں گے جب ہم اس پیغام کو پہنچانے کے ساتھ ساتھ اپنے عملوں کی طرف بھی دیکھنے والے ہوں گے اور جب ہمارے عمل، ہماری تعلیم اور ہمارے پیغام کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں گے۔ ورنہ دنیا کہے گی تم مجھے کیا نصیحت کر رہے ہو؟ مجھے کیا تبلیغ کر رہے ہو؟ مجھ سے کیا اسلام کی خوبیاں بیان کر رہے ہو؟ مجھے کیا بتا رہے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اور قرآنِ کریم کی پیشگوئی کے مطابق وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) کے مطابق مسیح موعود آ گیا ہے؟ تم یہ بتاؤ کہ تم جن باتوں کی طرف توجہ دلا رہے ہو اور فخر سے بتا رہے ہو ان باتوں نے تمہارے اندر کیا تبدیلی پیدا کی ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہی احسن بات کہنے والا نہیں بن جاتا بلکہ عملِ صالح کا نمونہ دکھانا بھی ضروری ہے۔ نیک اعمال بجالانے بھی ضروری ہیں۔ کیونکہ بات وہی اثر کرتی ہے جس کے کہنے والا خود بھی اس پر عمل کر رہا ہو۔ ایک شخص دوسرے کو سچائی کی کیا تلقین کرے گا جبکہ وہ خود جھوٹ کا سہارا لے رہا ہو۔

پس اگر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے تو پہلے ہمیں اپنی عملی حالت درست کرنی ہوگی۔ ہر احمدی کو اپنے آپ کو احمدیت کا سفیر سمجھنا ہوگا۔ اعمال، اس تعلیم کے مطابق ڈھالنے ہوں گے جس کا ہم پرچار کر رہے ہیں اور وہ تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شرعی کتاب قرآنِ کریم ہے جس کے آنے سے شریعت کامل ہوئی۔ قرآنِ کریم میں سینکڑوں حکم ہیں جن کی ایک مومن کو تلقین کی گئی ہے۔ اور ہمیں کہا گیا ہے کہ تم ہر حکم پر عمل کرنے کی کوشش کرو تب تم اعمالِ صالحہ بجا لانے والے کہلا سکو گے۔ ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ رکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ جن باتوں کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کے عظیم ترین معیار تمہارے سامنے ہیں۔ بیشک ہر ایک انسان اپنی اپنی استعداد کے مطابق اعمال بجالاتا ہے۔ اس کے کم معیار بھی ہیں لیکن اُن احکامات پر عمل کرنے اور اُن اعمال کو بجا لانے کیلئے ہر ایک کیلئے کوشش کرنا ضروری ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنے کی ہمیں تلقین فرمائی ہے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں، اخلاق میں، عبادات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں‘‘۔ فرمایا: ’’پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلّی طور پر حاصل کر سکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (البقرہ:287)‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 156)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول بڑا خوبصورت ہے کہ آپ کے اخلاق قرآن کریم کی تعلیم تھے۔ پس جب ہم اپنے عملوں پر غور کریں گے، اپنی کمزوریوں پر غور کریں گے تو اللہ

تعالیٰ سے ان احکامات پر عمل کرنے کی طاقت بھی مانگیں گے۔ اور یوں ہمارے عمل ترقی پذیر ہوتے چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیاں کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے گا اور ان میں وسعت پیدا کرتا چلا جائے گا۔ اور جب ہماری یہ حالت ہوگی تو ہم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کام بھی احسن رنگ میں انجام دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کام میں برکت بھی ڈالے گا۔ ہمارا دعویٰ صرف زبانی دعویٰ ہی نہیں رہے گا بلکہ ہم اپنے قول کی عملی تصویر بھی بن رہے ہوں گے۔ اور یہ بات انشاء اللہ تعالیٰ ہماری دعوتِ الی اللہ میں برکت ڈالے گی۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کام اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کی طرف بلانے اور اس مقصد کیلئے نیک عمل کے نمونے دکھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ یہ بھی اعلان کرو کہ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کہ یقیناً میں کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اب جب نیک عمل بجا لائے جائیں گے تو فرمانبرداری کی وجہ سے ہی بجا لائے جائیں گے۔ لیکن یہاں ایک بات یاد رکھنی بھی ضروری ہے کہ نیک عمل جتنے بھی اعلیٰ ہوں، اُس وقت تک ان میں برکت نہیں ہوگی اور ہم ان سے برکت حاصل نہیں کر سکیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے کامل فرمانبرداری کا حق ادا نہیں کریں گے۔ اور کامل فرمانبرداری اس وقت ہوگی جب اس زمانے کے امام کو مان کر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے ہم ایک جماعت سے منسلک ہوکر، ایک نظام سے منسلک ہوکر پھر اپنے اعمال بھی بجا لائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیں گے۔

جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہوئے زمانے کے امام اور مسیح موعود کو آپؐ کا سلام پہنچایا ہے تو پھر مسیح موعود کی کامل فرمانبرداری بھی کرنی ہوگی۔ جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہوئے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپؐ کا سلام پہنچایا ہے، آپ کی بیعت میں شامل ہوئے ہیں تو پھر ہمیں آپ علیہ السلام کی کامل فرمانبرداری بھی کرنی ہوگی۔ صرف دعوت الی اللہ کی انفرادی کوششیں ہی کافی نہیں ہوں گی بلکہ ایک نظام سے منسلک ہوکر مربوط اور مضبوط کوشش کرنی ہوگی۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ افراد کے نیک اعمال کا مجموعہ جماعت کی مضبوطی بڑھائے گا۔ اور جب یہ نیک اعمال کامل فرمانبرداری سے ایک ہاتھ کے اشارے پر اٹھتے بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوں گے تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے والے بن جائیں گے۔ اس زمانے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے والوں کے کاموں میں برکت کی نوید انہی لوگوں کو سنائی ہے جو ایک جماعت سے منسلک ہوں گے۔ نام کی جماعتیں تو بہت ساری ہیں لیکن قرآنِ کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والی اور ایک ہاتھ پر بیعت کرنے والی جماعت صرف جماعتِ احمدیہ ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنی اس اہمیت کو سمجھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اور یہ بات نظامِ جماعت چلانے والے جو افراد ہیں ان کیلئے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ اگر وہ اپنی امانت کا حق ادا نہیں کریں گے جس کی اہمیت کے بارے میں مَیں گزشتہ خطبہ میں بھی ذکر کر چکا ہوں تو وہ بھی پوچھے جائیں گے۔ ایسی امانت جس کے اٹھانے سے ہر ایک نے انکار کیا تھا لیکن انسانِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے اُس امانت کو اٹھا لیا اور یہی امانت آخری زمانے میں مسیح محمدی کے ماننے والوں کے سپرد کی گئی ہے۔ اگر اس کے ماننے والے اس کا حق ادا نہیں کریں گے تو اُن کا بھی مؤاخذہ کیا جائے گا۔ پس ہمارے لئے بڑی فکر انگیز بات ہے۔

اس حوالے سے مَیں نظامِ جماعت اور تمام ذیلی تنظیموں خدام، انصار اور لجنہ کے نظاموں کو بھی کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنی امانت کا حق ادا کریں۔ صرف افرادِ جماعت سے کامل اطاعت کی امید نہ رکھیں بلکہ اپنے فرائض بھی احسن طریق پر ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہماری کوششیں مزید مربوط اور مضبوط ہوں گی اور پورے نظام کو ہم فعّال کرنے والے ہوں گے، ہر طرف سے کوشش ہو رہی ہوگی تو دعوتِ الی اللہ کا کام کئی گنا بڑھ سکتا ہے جس میں بہت زیادہ گنجائش ہے۔ بعض رپورٹس مَیں دیکھتا ہوں تو ان سے پتہ لگتا ہے کہ بنگلہ دیش میں جس حد تک کام ہو سکتا ہے اُتنا نہیں ہو رہا۔ مجھے امید ہے کہ اب تک جو سستیاں ہو چکی ہیں اُن کو دور کرنے کی کوشش کریں گے اور ہر موقع جو اللہ تعالیٰ آپ کو مہیا فرماتا ہے، چاہے وہ ہماری ترقی کا موقع ہو یا کسی قسم کی مخالفت کا، اُس سے سبق حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اگر ہماری کوششیں مربوط ہوتیں تو ہو سکتا تھا کہ آج بھی یہی مخالفت جو مخالفین کی طرف سے ہوئی ہے اس میں سے بہت سارے مخالفین اس وقت ہمارے درمیان بیٹھے ہوتے۔

بنگلہ دیشی میرے اندازے کے مطابق بہت زیادہ روشن خیال اور روشن دماغ کے لوگ ہیں اور سوچ اور سمجھ رکھنے والے ہیں۔ حق بات کو اگر سمجھ جائیں تو اس کو قبول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وقت بھی بنگلہ دیش میں بہت سارے پڑھے لکھے لوگ جو جماعت کے پیغام کو سمجھتے ہیں اور جماعت کی تعلیمات کو سمجھتے ہیں، باوجود اس کے کہ ان کا جماعت سے تعلق نہیں ہے، براہِ راست جماعت میں شامل نہیں ہیں لیکن جماعت کی تعلیمات کی جو خوبصورتی ان تک پہنچتی ہے وہ اس وجہ سے ہمیشہ جماعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ اسی طرح دیہاتوں میں بھی، قصبوں میں بھی جو شرفاء ہیں وہ جماعت کی تعلیمات کو اچھا سمجھتے ہوئے مخالفت کی صورت میں جماعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں جماعت کی مخالفت کے حالات بہت ساری دنیا کے بعض ممالک سے بہت کم ہیں اور جماعت کے بہتر حالات ہیں۔ اس لئے اپنے تبلیغ کے نظام کو مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔ دعوتِ الی اللہ کے نظام کو مزید فعّال بنانے کی ضرورت ہے تاکہ یہی مخالفین جو آج اکثریت میں نظر آ رہے ہیں یہ اقلیت میں بدل جائیں۔

یہ دن دعاؤں کے ساتھ گزاریں۔ اپنے ذاتی شکووں اور گلوں کو ختم کریں اور ایک ہی مقصد سامنے ہو کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دنیا تک پہنچانا ہے جو پیار اور محبت کا پیغام ہے، جو خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے کا پیغام ہے تاکہ ہماری قوم حقیقی رنگ میں اُمّتِ مسلمہ کہلانے والی بن جائے۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں جب ہمارے ایمانوں میں مضبوطی ہوگی، جب ہمارے مقاصد نیک ہوں گے، جب ہمارے اندر مستقل مزاجی ہوگی تو پھر خدا تعالیٰ ہمارے کام میں بے انتہا برکت ڈالتا چلا جائے گا۔ اور ہم بھی وہ انقلاب جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقدر انقلاب ہے اس کا حصہ بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسے کے مقاصد میں سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے یہ بھی ہے کہ آپس میں محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کی جائے۔ پس اعلیٰ اخلاق دکھاتے ہوئے محبت اور پیار اور بھائی چارے کی فضا بھی پیدا کریں۔ اور نہ صرف یہاں جمع ہونے کے دوران بلکہ جب اپنے اپنے گھروں میں جائیں تو وہاں جا کر بھی اس پیار اور محبت کی فضا کو ہمیشہ قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور خیریت سے جو جلسے کی باقی کارروائی ہے وہ بھی ختم ہو اور خیر و عافیت سے آپ لوگ اپنے گھروں کو بھی جائیں۔

اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 8 اپریل 2011)

ملکی رپورٹیں

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جماعت احمدیہ لوہا خان اجمیر میں مورخہ 31 اکتوبر 2020 کو تمام احتیاطی تدابیر کو مدنظر رکھتے ہوئے بعد نماز ظہر امیر جماعت احمدیہ اجمیر کی زیر صدارت جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم عزیزم امت خان نے کی۔ نظم عزیزم عبد اللہ کاٹھات نے پڑھی۔ بعدہ خاکسار نے ''سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر کے آئینہ میں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا اجلاس مورخہ 31 اکتوبر کو مکرم مصدق احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ اجمیر کی زیر صدارت بعد نماز مغرب منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم سید مدثر احمد صاحب نے کی۔ نظم عزیزم شکیل احمد نے پڑھی۔ بعدہ خاکسار نے ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، سادگی اور قناعت کے آئینہ میں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ بعدہ بعض خدام و اطفال نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے موضوع پر بعض سوالات کیے جن کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے گئے۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(محمد رفیق، مبلغ سلسلہ لوہا خان اجمیر راجستھان)

جماعت احمدیہ گوہد چوراہا ضلع بھنڈ صوبہ ایم پی میں مورخہ 30 اکتوبر 2020 کو بعد نماز مغرب امیر جماعت احمدیہ ضلع بھنڈ کی زیر صدارت جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم عبد الکلام صاحب نے کی۔ نظم مکرم لقمان خان صاحب نے پڑھی۔ بعدہ خاکسار اور مکرم کرشن احمد صاحب معلم سلسلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تقریر کی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (الیاس احمد معلم سلسلہ گوہد چوراہا۔ ایم پی)

جماعت احمدیہ کونتھر کلاں ضلع مورینہ صوبہ ایم پی میں مورخہ 3 اکتوبر 2020 کو جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ مورخہ 30 اکتوبر 2020 کو اسی جماعت میں ایک جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں تلاوت قرآن مجید اور نظم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(آصف احمد ملکانہ، مربی سلسلہ کونتھر کلاں ایم پی)

ہفتہ قرآن کریم

ماہِ جولائی، اگست و ستمبر 2020 میں ہندوستان کی درج ذیل جماعتوں نے ہفتہ قرآن کریم کا انعقاد کیا۔ جماعت احمدیہ بٹھنڈہ پنجاب، کبیرہ بنگال، صدانند پور اُڈیشہ، شاہ پور کرناٹک، حلقہ غازی ملت حیدرآباد تلنگانہ، اندورہ جموں و کشمیر، فلک نما حیدرآباد تلنگانہ، سامنتراپور اُڈیشہ، تاراکوٹ اُڈیشہ، حلقہ سنتوش نگر حیدرآباد تلنگانہ، تالبرکوٹ اُڈیشہ، ارناکلم کیرالہ، گل پولی مہاراشٹرا، کورپھلے مہاراشٹرا اور چنچولی مہاراشٹرا۔ اللہ تعالیٰ اس کے نیک نتائج ظاہر فرمائے اور ہمیں قرآن مجید کے فیوض و برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

(ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن و وقف عارضی قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 16 ر اکتوبر 2020 بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور نے حضرت مُعاذ بن جبلؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ کے والد کا نام جَبَل بن عَمر و اور والدہ کا نام ہند بنت سَہَل تھا جو جُہَینہ قبیلے کی شاخ بنو رَبعَہ سے تھیں۔ آپ کا تعلق خزرج قبیلے کی شاخ اُدَیّ بن سَعد بن علی سے تھا۔ حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ انتہائی سفید، خوبصورت چہرے والے، چمکدار دانتوں والے، سُرمگیں آنکھوں والے تھے۔ آپؓ اپنی قوم کے نوجوانوں میں سے زیادہ خوبصورت نوجوان تھے۔ آپ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں ستّر انصار کے ہمراہ شریک ہوئے اور قبولِ اسلام کے وقت آپؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

سوال حضور انور نے حضرت معاذ بن جبل کے کیا اوصاف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ انصار کے نوجوانوں میں سے بردباری، حیا اور سخاوت میں بہتر تھے۔ آپ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتے تھے۔

سوال کن چار آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کریم جمع کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ کے زمانے میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار میں سے ہیں۔ حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوزیدؓ۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن چار آدمیوں سے قرآن مجید سیکھنے کی تلقین فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار شخصوں سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابوحذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعاذ بن جَبَلؓ سے۔

سوال آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابیّ بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی کیا خصوصیات بیان فرمائیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امّت میں سے میری امّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔ اور اللہ کے دین میں ان سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حیا والے عثمانؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالبؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ اللہ کی کتاب قرآن کو جاننے والے ابی بن کعبؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے مُعاذ بن جَبَلؓ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابتؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ سنو! ہر امّت کیلئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین ابوعُبَیدہ بن جرّاحؓ ہیں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کے متعلق فرمایا کہ یہ کیا ہی اچھے آدمی ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھے آدمی ہیں ابوبکرؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں عمرؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں ابوعُبَیدہ بن الجرّاحؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں اُسَید بن حُضَیرؓ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں ثابت بن قیس بن شمّاسؓ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں مُعاذ بن جَبَلؓ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں مُعاذ بن عَمرو بن جَموحؓ۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے اپنی محبت کا کس طرح اظہار فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی کریمؐ نے ایک روز ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے مُعاذ! مَیں یقیناً تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت مُعاذؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مَیں بھی آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو کیا تاکید فرمائی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے فرمایا اے مُعاذ! مَیں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرنا اور یہ ہرگز نہ چھوڑنا کہ تم کہو کہ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ کہ اے میرے اللہ! میری مدد فرما اپنے ذکر کیلئے اور اپنے شکر کیلئے اور اپنی عبادت کی خوبصورتی کیلئے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بات کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ قرار دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی کریمؐ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا: کیا مَیں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے بارے میں نہ بتاؤں تو حضرت مُعاذؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ لیا کرو۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل ایمان کی کیا تعریف بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مُعاذؓ نے نبی کریمؐ سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا افضل ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کیلئے محبت کرو اور اللہ ہی کیلئے تم نفرت کرو اور تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں لگائے رکھو۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! اَور کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اور تم لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ اور ان کیلئے اس چیز کو ناپسند کرو جو تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو نماز پڑھاتے وقت کون سی سورتیں پڑھنے کا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے انہیں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى پڑھانے کی تلقین فرمائی۔

سوال حضور انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کی کیا وضاحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ صرف اصولی ہدایت ہے کہ جب باجماعت نماز ادا ہو رہی ہو تو زیادہ لمبی سورتیں نہیں پڑھنی۔ کیونکہ مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں، کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور بندوں کا کیا حق بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔ جو اللہ تعالیٰ کی بات ماننے والے ہیں پھر ان کا حق بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔

سوال آنحضرتؐ نے حضرت معاذ کو جنت کے حصول کے لیے کون سا عمل بتایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا کیا میں خیر کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں۔ فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کے درمیان آدمی کا نماز پڑھنا یعنی تہجد پڑھنا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا کہ اس کو روک رکھو۔ فرمایا لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلیں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ میں کون سے صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ کے زمانے میں مہاجرین کے تین آدمی اور انصار میں سے تین آدمی فتویٰ دیا کرتے تھے وہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔

سوال حضرت معاذ بن جبلؓ تہجد کی نماز میں کیا دعا کیا کرتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ جب رات کو نماز تہجد ادا کرتے تھے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ستارے ٹمٹما رہے ہیں۔ تُو حیّ و قیوم ہے۔ اے اللہ! جنت کیلئے میری طلب سست ہے اور آگ سے میرا بھاگنا کمزور اور ضعیف ہے۔ اے اللہ! میرے لیے اپنے ہاں ہدایت رکھ دے جسے قیامت کے روز تُو مجھے لوٹا دے۔ یقیناً تُو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ☆......☆......☆

مسجد ''بیت الفتوح'' کے افتتاح کے موقع پر آداب مساجد اور ان کی آبادی کے موضوع پر پُر معارف خطبہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 3 ر اکتوبر 2003 بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے آغاز میں حضور انور نے کون سی آیت کریمہ تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے سورۃ الاعراف کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۔ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۔ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (اعراف:30 تا 32)۔

سوال حضور انور نے کس مسجد کے افتتاح کا اعلان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج انشاء اللہ تعالیٰ، اس مسجد کا جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیت الفتوح رکھا تھا، افتتاح کیا جا رہا ہے، الحمدللہ۔

سوال حضور انور نے مسجد بیت الفتوح کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: 1995ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریک فرمائی تھی کہ اس مسجد کے لئے پانچ ملین پاؤنڈز اکٹھے کئے جائیں۔ 1996 میں تقریباً سوا دو ملین پاؤنڈز کی رقم سے پانچ ایکڑ کا رقبہ یہاں خریدا گیا۔ اکتوبر 1999ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس کا سنگ بنیاد رکھا جس میں بیت الفکر، قادیان کی اینٹ استعمال کی گئی۔ فروری 2001ء میں حضورؒ نے پانچ ملین پاؤنڈ کی مزید تحریک فرمائی اور امیر جماعت UK کی نگرانی میں ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے کوآرڈینیٹر مکرم ناصر خان صاحب تھے۔

سوال حضور انور نے انگلستان کی جماعت کے علاوہ دنیا بھر کے مخلصین کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انگلستان کی جماعت کے علاوہ دنیا بھر کے مخلصین مردوں، عورتوں، بچوں نے دل کھول کر اس مسجد کی تعمیر میں مالی قربانیاں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ مالی قربانیوں کے علاوہ مسجد کی تعمیر میں وقار عمل کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ اس میں قادیان کے اور جرمنی کے خدام کو نمایاں خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

سوال حضور انور نے مسجد کے نقشے کے متعلق کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کا مسقّف حصہ تقریباً 3500 مربع میٹر ہے۔ جس میں اندازاً چار ہزار کے قریب نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور مسجد کے ہالز کو بھی شمار کر لیا جائے تو تقریباً دس ہزار آدمی اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد کا کارپٹ امریکہ کے ایک دوست منور احمد صاحب نے مہیا کیا۔ اس وقت تک یہ یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

سوال حضور انور نے مسجد کے متعلق کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ کرے کہ یہ مسجد ہمیشہ

یورپ میں اسلام کی صلح، امن اور آشتی کی خوبصورت تعلیم کا حسین نمونہ پیش کرتی رہے اور ایسے نیک فطرت لوگ یہاں آئیں جن کے دل میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ ہو اور اگلی نسلوں میں بھی تقویٰ پیدا کرنے والے ہوں اور ان کو خدا سے ملانے والے ہوں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے والے کو کیا بشارت دی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ’’مَنۡ بَنٰی مَسۡجِدًا لِلّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ مِثۡلَہٗ‘‘ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ویسا ہی گھر بنائے گا۔

سوال حضور انور نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں جو آیت تلاوت فرمائی اس کی آپ نے کیا تشریح بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس آیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادئیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر یہ حکم ہے کہ اگر تم نے اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے تو لازماً اللہ کے لیے دین کو خالص کرنا ہوگا۔ اس میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد مسلمان اگر اسلام کی حقیقی تعلیم کو بھلا بیٹھے تو ان کا اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مسلمانوں کے متعلق کیا پیشگوئی فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ پیشگوئی بھی فرمادی تھی کہ میرے بعد اسلام پر ایک ظلمت کا وقت آجائے گا۔ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔

سوال خدا تعالیٰ کا ہو جانے کا حضور انور نے کیا ذریعہ بیان فرمایا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاوے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہونے کے لئے اور خدا کو اپنا بنانے کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا جو مقصد بیان فرمایا ہے اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ کہ مَیں نے جنّ اور انسان کو اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ اور پھر اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتے رہیں۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی دائمی پرستش کا کیا ذریعہ بیان فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں نے پرستش کے لئے ہی جنّ وانس کو پیدا کیا ہے۔ ہاں یہ پرستش اور حضرت عزت کے سامنے دائمی حضور کے ساتھ کھڑے ہونا بجز محبت ذاتیہ کے ممکن نہیں اور محبت سے مراد یکطرفہ محبت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں محبتیں مراد ہیں۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت کریمہ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ کی کیا تشریح بیان فرمائی؟

جواب حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیونکہ انسان فطرتاً خدا ہی کے لئے پیدا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری پیدائش کی اصلی غرض یہ رکھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ مگر جو لوگ اپنی اس اصلی اور فطری غرض کو چھوڑ کر حیوانوں کی طرح زندگی کی غرض صرف کھانا پینا اور سو رہنا سمجھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دور جا پڑتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ان کے لئے نہیں رہتی۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُنیا کے کاروبار اور کام کاج کے متعلق افراد جماعت کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور علیہ السلام نے فرمایا: مَیں یہ نہیں چاہتا کہ تم دنیا کے کاروبار چھوڑ دو۔ بیوی بچوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا۔ اسلام تو انسان کو چُست، ہوشیار اور مُستعد بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے مَیں تو کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جدوجہد سے کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس کے ارادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض اور جذبات کو مقدم نہ کرنا۔

سوال مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے کیا احسان فرمایا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا ہے کہ جہاں اُس کا قرب پانے کے لئے انفرادی طور پر نوافل اور ذکر الٰہی کا طریق بتایا، وہاں مساجد کا قیام کر کے اجتماعی عبادت کی طرف بھی توجہ دلائی تا کہ معاشرہ میں اونچ نیچ کا جو تصور ہے وہ بھی ختم ہو اور ایک محبت اور بھائی چارے کا معاشرہ قائم ہو۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیام نماز کے متعلق کیا تاکید فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔ پس میری امت کے جس فرد کو جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز پڑھے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کے کیا آداب بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرو بن شعیبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مسجد میں مشاعرہ کے رنگ میں اشعار پڑھنے، خرید وفروخت کرنے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنے اور باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز فرمایا کہ اپنی مساجد سے دور رکھو اپنے چھوٹے بچوں کو اور اپنے مجانین کو اور اپنی خرید وفروخت کو اور اپنے جھگڑوں کو اور اپنی آواز بلند کرنے کو اور اپنی حدود کی تنفیذ کو اور تلواریں کھینچنے کو اور مساجد کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ نیز جمعوں پر ان میں خوشبو دار دھونی دو۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغات میں سے کھانے پینے کے کیا معنے بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرا کرو تو وہاں کچھ کھا پی لیا کرو۔ کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا ’’مساجد جنت کے باغات ہیں‘‘ عرض کی یا رسول اللہ! ان میں کھانے پینے سے کیا مراد ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ‘‘ پڑھنا۔

سوال آنحضرتؐ نے تلاوت قرآن کریم کی کیا اہمیت بیان فرمائی؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب کوئی قوم مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم درس و تدریس کیلئے بیٹھتی ہو تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ رحمت باری ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے جلو میں لے لیتے ہیں۔

☆......☆......☆

وصـــایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10186: مَیں امیر الدین ولد مکرم ابوبکر صدیق صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 23 سال پیدائشی احمدی، ساکن چنّا کالم ہاؤس ڈاکخانہ کمبلا کاڈ ضلع وائناڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10/اپریل 2018 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/15000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: امین محمد — العبد: امیر الدین — گواہ: ناصر احمد زاہد

مسل نمبر 10187: مَیں اجمل خان ولد مکرم ابوبکر صدیق صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 21 سال پیدائشی احمدی، ساکن چنّا کالم ہاؤس ڈاکخانہ کمبلا کاڈ ضلع وائناڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10/اپریل 2018 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/6000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: امین محمد — العبد: اجمل خان — گواہ: ناصر احمد زاہد

مسل نمبر 10188: مَیں صفوانہ بنت مکرم اے ایوب صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 28 سال پیدائشی احمدی، ساکن چوّ آتان (ایڈاکل) ڈاکخانہ امبلاویل ضلع وائناڈ وصوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 24/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 24 گرام 22 کیریٹ، اسکے علاوہ زیور طلائی 24 گرام بصورت حق مہر، نیز ایک انگوٹھی 22 کیریٹ، 3 گرام سونا۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: ناصر احمد زاہد — الامۃ: صفوانہ — گواہ: پی اے عبد الجلیل

مسل نمبر 10189: مَیں ممتاز ایم اے بنت مکرم غلام احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 32 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: جماعت احمدیہ امبلاویل ضلع وائناڈ وصوبہ کیرالہ، مستقل پتا: امیر ہاؤس (پی آر نگر) ڈاکخانہ مٹانور (ویلیام پورم) ضلع کنور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 23/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/410 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: اے کے امیر — الامۃ: ممتاز ایم اے — گواہ: پی اے عبد الجلیل

مسل نمبر 10190: مَیں اے کے امیر ولد مکرم اے شمس الدین صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 37 سال تاریخ بیعت 2000، ساکن جماعت احمدیہ امبلاویل ضلع وائناڈ وصوبہ کیرالہ، مستقل پتا: امیر ہاؤس (پی آر نگر) مٹانور ویلیام پورم صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 23/اگست 2020 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: کے اے ابوبکر — العبد: اے کے امیر — گواہ: پی اے عبد الجلیل

مسل نمبر 10191: مَیں امۃ الشافی زوجہ مکرم صالح احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 25 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ احمدیہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1/نومبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 2 جوڑی سیٹ کانٹے وگلے کا ہار، چار چوڑیاں، ایک جوڑی کڑے، ایک گلے کی چین، دو جوڑی کانٹے، 6 انگوٹھیاں (کل وزن 168.080 گرام 22 کیریٹ) حق مہر -/72,313 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: رفیع احمد — الامۃ: امۃ الشافی — گواہ: صالح احمد

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 69 Thursday 10 - December - 2020 Issue. 50

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 4 ردسمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گزشتہ خطبہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت علی کی مؤاخات کے بارے میں روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو دو مرتبہ اپنا بھائی قرار دیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے درمیان مکہ میں مؤاخات قائم فرمائی پھر آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مدینہ میں ہجرت کے بعد مؤاخات قائم فرمائی اور دونوں مرتبہ حضرت علی سے فرمایا۔ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

حضرت علی غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے سوائے غزوہ تبوک کے۔ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل وعیال کی نگہداشت کیلئے مقرر فرمایا تھا۔

حضرت ثعلبہ بن ابو مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے علمبردار ہوتے تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تو حضرت علی بن ابوطالب جھنڈا لے لیتے۔

غزوہ عُشَیرہ جمادی الاولی دو ہجری میں ہوا تھا۔ عشیرہ ایک قلعہ کا نام ہے جو کہ حجاز میں ینبع اور ذوالمروہ کے درمیان واقعہ ہے۔ قریش مکہ کی طرف سے کوئی خبر پاکر آنحضرت ﷺ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ حضرت عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ عشیرہ میں حضرت علی اور میں رفیق سفر تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھجور کے باغات میں اپنے ایک چشمہ پر کام کر رہے ہیں۔ حضرت علی نے مجھے فرمایا اَے ابویقظان تمہاری کیا رائے ہے کیا ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں وہ کیا کر رہے ہیں؟ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لیٹ کر سو گئے۔ اللہ کی قسم ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہ جگایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنے پاؤں کے مس سے جگایا جبکہ ہمارے جسموں پر مٹی لگ چکی تھی۔ اس دن نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کے جسم پر مٹی دیکھ کر فرمایا۔ اَے ابوتراب۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا پہلا شخص قوم ثمود کا اُحیمر تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو اَے علی تمہارے سر پر وار کرے گا یہاں تک کہ خون سے یہ داڑھی تر ہوجائے گی۔

غزوہ بدر 2 ہجری مطابق مارچ 623 عیسوی میں ہوا تھا۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے تو سب سے پہلے ربیعہ کے دونوں بیٹے شیبہ عتبہ اور ولید بن عتبہ نکلے اور مبارزت کی دعوت دی تو قبیلہ بنو حارث کے تین انصاری معاذ اور معوذ اور عوف جو عفراء کے فرزند تھے مقابلہ کیلئے نکلے مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس بلالیا اور فرمایا اَے بنو ہاشم اٹھو اپنے حق کے لئے لڑو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبی کو مبعوث کیا ہے۔ پس حضرت حمزہ بن عبدالمطلب حضرت علی بن ابوطالب اور حضرت عبیدۃ بن حارث کھڑے ہوئے اور ان کی طرف بڑھے تو عتبہ نے کہا کچھ بولو تا کہ ہم تمہیں پہچان سکیں۔ حضرت حمزہ نے کہا کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہوں۔ اس پر عتبہ نے کہا اچھا مقابل ہے اور پوچھا تیرے ساتھ یہ دو کون ہیں۔ حضرت حمزہ نے کہا علی بن ابو طالب اور عبیدۃ بن حارث۔ عتبہ نے کہا دونوں اچھے مقابل ہیں۔ پھر عتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اَے ولید اٹھو۔ پس حضرت علی اس کے مقابل کیلئے گئے اور ان دونوں میں تلوار چلنے لگی اور حضرت علی نے اسے قتل کر دیا پھر عتبہ کھڑا ہوا اور اس کے مقابل میں حضرت حمزہ نکلے پھر ان دونوں کے درمیان تلوار چلی پھر حضرت حمزہ نے اسے قتل کر دیا پھر شیبہ کھڑا ہوا اور اس کے مقابل پر حضرت عبیدۃ بن حارث نکلے جبکہ وہ عمر رسیدہ تھے شیبہ نے حضرت عبیدۃ کی ٹانگ پر تلوار کا کنارا مارا جو آپ کی پنڈلی کے گوشت میں لگا اور اس کو چیر دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے آگے بڑھ کر شیبہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر میرے اور حضرت ابوبکر کے بارے میں فرمایا تم دونوں میں سے ایک کے دائیں جانب حضرت جبرئیل ہیں اور دوسرے کے دائیں جانب حضرت میکائیل ہیں اور حضرت اسرافیل عظیم فرشتہ ہے جو لڑائی کے وقت حاضر ہوتا ہے اور صف میں ہوتا ہے۔

حضرت علی کی حضرت فاطمہ سے 2 ہجری میں شادی ہوئی۔ حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہ سے عقد کی درخواست کی جسے حضور ﷺ نے بخوشی قبول فرمایا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس مہر کیلئے کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرا گھوڑا اور میری زرہ ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے البتہ اپنی زرہ کو بیچ دو۔ چنانچہ میں نے اپنی زرہ کو چار سواسّی درہم میں بیچ کر حق مہر کی رقم کا انتظام کیا۔ حضور انور نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ حق مہر رکھ لو تو جو ہوگا دیکھی جائے گی، دے دیں گے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حق مہر کیلئے پہلے انتظام کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فوری حق ہے بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ حق مہر عورتیں پہلے مطالبہ کر لیتی ہیں حالانکہ ہم ہنسی خوشی رہ رہے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا مطالبہ کر دیتی ہیں تو یہ انکا حق ہے۔ یہ تو اُسی وقت دینا چاہئے۔

رخصتی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ جب فاطمہ تمہارے پاس آئیں تو جب تک میں نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا پھر جب آپ تشریف لائے تو حضرت فاطمہ سے کہا میرے پاس پانی لاؤ۔ وہ اٹھیں اور پانی لائیں آپ نے اسے لیا اور اس میں کلی کی پھر حضرت فاطمہ کے سر پر کچھ پانی چھڑکا اور دعا دیتے ہوئے کہا۔ اللھم انی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطان الرجیم۔ اے اللہ اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا دوسری طرف رخ کرو۔ جب انہوں نے دوسری طرف رخ کیا تو آپ نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی چھڑکا پھر ایسا ہی حضرت علی کے ساتھ کیا۔

حضرت فاطمہ آنحضرت ﷺ کی اس اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں جو حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئی اور آپ اپنی اولاد میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہ کو عزیز رکھتے تھے۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ اپنی تنگدستی اور غربت کے باوجود زہد وقناعت کا نمونہ دکھایا کرتے تھے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے چکی چلانے سے اپنے ہاتھ میں تکلیف کی شکایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئیں اور آپ کو نہ پایا۔ آپ نے حضرت عائشہ کو اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کے اپنے ہاں آنے کا بتایا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو۔ پھر آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جو تم نے مانگا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہو۔ یہ تم دونوں کیلئے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت مصلح موعود اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرتؐ چاہتے تو حضرت فاطمہ کو خادم دے سکتے تھے کیونکہ جو اموال تقسیم کیلئے آپ ﷺ کے پاس آتے تھے وہ صحابہ کیلئے ہی آتے تھے اور حضرت علی کا بھی ان میں حق ہوسکتا تھا اور حضرت فاطمہ بھی اس کی حقدار تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط سے کام لیا اور نہ چاہا کہ ان اموال سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو دے دیں کیونکہ ممکن تھا کہ اس سے آئندہ لوگ کچھ کا کچھ نتیجہ نکالتے اور بادشاہ اپنے لئے اموال الناس کو جائز سمجھ لیتے۔ کیا دنیا کسی بادشاہ کی مثال پیش کرسکتی ہے جو بیت المال کا ایسا محافظ ہو۔

حضرت علی بن ابوطالب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے (یعنی نماز تہجد) تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ چاہے کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے جاتے وقت آپ کو سُنا آپ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا کہ انسان سب سے بڑھ کر بحث کرنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں: یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اکثر اپنی غلطی تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے اور مختلف قسم کی دلیلیں دے کر اپنے قصور پر پردہ ڈالتا ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے آپ نے ایک ایسی لطیف طرز اختیار کی کہ حضرت علی اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس کی حلاوت سے مزہ اٹھاتے رہے ہوں گے۔

اس حدیث سے ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اول یہ کہ آپؐ کو دینداری کا کس قدر خیال تھا کہ رات کے وقت پھر کر اپنے قریبیوں کا خیال رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ رات کے وقت اپنی بیٹی اور داماد کو ترغیب دینا کہ وہ تہجد بھی ادا کیا کریں اس کامل یقین پر دلالت کرتا ہے جو آپ کو اس تعلیم پر تھا جس پر آپ لوگوں کو چلانا چاہتے تھے۔ تیسری بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر ایک بات کے سمجھانے کیلئے تحمل سے کام لیا کرتے تھے اور بجائے لڑنے کے محبت اور پیار سے کسی کو اسکی غلطی پر آگاہ فرماتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَیں نے پھر کبھی تہجد میں ناغہ نہیں کیا۔

حضور انور نے فرمایا: یہ ابھی ذکر چل رہا ہے آئندہ بھی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ آجکل پاکستان میں حالات مزید سخت ہوتے چلے جارہے ہیں۔ بعض افسران مولوی کے پیچھے چل کے اور ان کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ہمیں جس حد تک نقصان پہنچا سکتے ہیں پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے خاص طور پر دعائیں کریں اور ربوہ کے احمدی بھی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدی بھی۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کے منصوبے جو نہایت بھیانک منصوبے اور خطرناک منصوبے ہیں، ان سے بچا کے رکھے اور ان لوگوں کی اب پکڑ کے جلد سامان فرمائے۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے مکرم کمانڈر چوہدری محمد اسلم صاحب مرحوم، مکرمہ شاہینہ قمر صاحبہ مرحومہ، مکرم ثمر احمد قمر صاحب مرحوم اور مکرمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ مرحومہ کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا کہ نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad